عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۵ | ۱۲ تا ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ بمطابق ۲۵ تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۶ء | شمارہ نمبر ۲۲

طالبان

کا سرچشمۂ طاقت

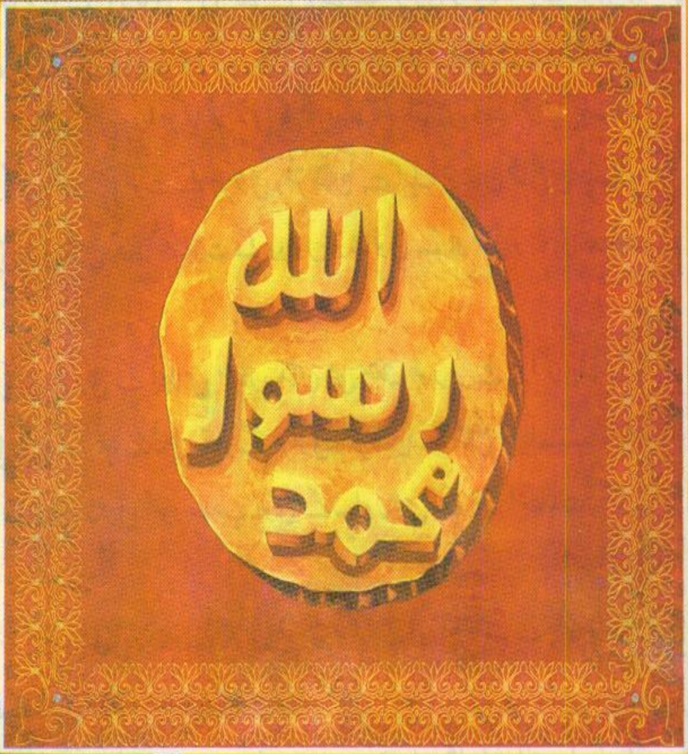

جب گلشنِ ہستی میں بہار آئی

عالم باعمل

باأصول سیاستدان

حضرت مولانا مفتی محمودؒ

قیمت: ۵ روپے

ایک ضروری اعلان و خوشخبری

ماہنامہ "لولاک" کا مرکزی دفتر ملتان سے اجراء

○ ----- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی راہنما حضرت مولانا تاج محمود صاحب مرحوم نے آج سے پینتیس سال قبل ہفتہ وار لولاک کا فیصل آباد سے اجراء فرمایا تھا اور عرصہ بیس' پچیس سال خون دل سے اس کی آبیاری فرماتے رہے۔ ایک زمانہ میں رد قادیانیت کے ضمن میں ہفتہ وار لولاک کو ایک تاریخی مقام حاصل تھا۔ آپ نے لولاک کو عالمی مجلس کا ترجمان بنادیا تھا۔ اس زمانہ میں قادیانیت کے خلاف کام کرنا جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا۔

○ ----- آپ کی خدمات کے بعد آپ کے صاحبزادے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما حضرت صاحبزادہ طارق محمود صاحب مدظلہ نے اپنے گرامی قدر والد مرحوم کی روایات کو زندہ رکھا اور ہفتہ وار لولاک مثالی خدمات انجام دیتا رہا۔

○ ----- گزشتہ کچھ عرصہ سے لولاک کی اشاعت میں تعطل پیدا ہوگیا تھا' جس کا ملکی و جماعتی حلقہ میں بہت اثر لیا گیا۔ جبکہ عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان سے ایک ترجمان شائع کیا جائے۔ ہفتہ وار لولاک فیصل آباد' ہفتہ وار ختم نبوت کراچی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دونوں ترجمانوں نے جو مثالی و سنہری خدمات سرانجام دی ہیں وہ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔

○ ----- محرم ۱۴۱۷ء میں عالمی مجلس کی مرکزی شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ملتان میں متفقہ طور پر طے ہوا کہ ہفتہ وار لولاک فیصل آباد کو بجائے ہفتہ وار کے ماہنامہ کردیا جائے اور بجائے فیصل آباد کے مرکزی دفتر ملتان سے شائع کیا جائے۔

○ ----- حسب سابق اس کے مدیر حضرت صاحبزادہ طارق محمود صاحب ہوں گے۔ اور اس کے جملہ انتظامات' آمد و صرف کی ذمہ داری دفتر مرکزیہ کی ہوگی۔

○ ----- عالمی مجلس کے اس فیصلہ کا مبلغین حضرات و جماعتی رفقاء نے بھرپور خیرمقدم کیا ہے اور ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر اسے کامیاب بنانے کے لئے اپنی خدمات پیش کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔

○ ----- فیصل آباد سے ملتان لانے کے لئے چند قانونی دشواریاں ہیں۔ جونہی وہ دور ہوئیں ان شاء اللہ العزیز اسے دفتر مرکزیہ سے شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز۔

○ ----- تمام دینی حلقہ اور ختم نبوت کے مشن سے وابستہ حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اس امر خیر دعاء فرمائیں۔ اللہ رب العزت محض اپنے فضل و احسان سے اسے شروع کرنے کی توفیق ارزاں فرمائیں۔ پرچہ کن خصوصیات کا حامل ہوگا۔ زرمبادلہ' ضخامت' مضامین کی ترتیب و پالیسی اور دیگر امور کی تفصیلات طے کی جارہی ہیں۔ جنہیں عنقریب آپ کے سامنے پیش کردیا جائے گا۔

وما توفیقی الا باللہ' علیہ توکلت والیہ انیب

رابطے کا پتہ

(حضرت مولانا) عزیز الرحمان جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ۔ ملتان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATME NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوت

۱۲ تا ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ
بمطابق ۲۵ تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۶ء

جلد نمبر ۱۵
شمارہ نمبر ۲۲

REGD. NO. SS-160

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمن جالندھری ○ مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر ○ مولانا منظور احمد حسینی
مولانا محمد جمیل خان ○ مولانا سعید احمد جلالپوری

مدیر
مولانا اللہ وسایا

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

ٹائیٹل وسترئین
ارشد دوست محمد ○ محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

مقام نبوت اور قادیانیت	۴
شہید راہ حق	۹
حضرت مولانا مفتی محمودؒ	۱۰
طالبان کا سرچشمہ طاقت	۱۳
جب گلشن ہستی میں بہار آئی	۱۵
مرزا غلام احمد قادیانی کا مقدمہ	
اہل عقل و انصاف کی عدالت میں	۱۹
شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ	۲۲
فتح خیبر	۲۵

قیمت ۵ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ ـ کینیڈا ـ آسٹریلیا ۴۰ ڈالر امریکی ○ یورپ اور افریقہ ۳۰ ڈالر امریکی
○ متحدہ عرب امارات و انڈیا ۲۰ ڈالر امریکی
چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت بینک پرائی نمائش نمبر ۸ ـ ۴۰ کراچی پاکستان ارسال کریں

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۲۰۰ روپے
ششماہی ۱۲۵ روپے
سہ ماہی ۷۵ روپے

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون 583486 _ 514122
فیکس 542277

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون 7780337 فیکس 7780340

LONDON OFFICE
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 0171 -737-8199

پبلشر: عبدالرحمن باوا ｜ طابع: سید شاہد حسن ｜ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ｜ مقام اشاعت: ۳۵ ابن رشد لائن کراچی

محمد یوسف لدھیانوی

مقامِ نبوّت اور قادیانیت

مسلمان اور قادیانی دونوں اس پر متفق ہیں کہ مرزا قادیانی جھوٹا تھا
بلکہ قادیانی' مرزا کو بڑا جھوٹا سمجھتے ہیں

یہ خطاب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس انگلینڈ میں بتاریخ ۱۱ راگست ۱۹۹۶ء بمقام سینٹرل جامع مسجد برمنگھم ہوا' جسے نظرثانی کے بعد قارئین "ختم نبوت" کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی' اما بعد:

اس جلسے کا موضوع قادیانیت ہے' حضرات علمائے کرام اپنے اپنے انداز میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں گے' میں کچھ باتیں آپ سے اور کچھ باتیں مرزا طاہر اور اس کی جماعت سے کرنا چاہتا ہوں' باتیں بہت زیادہ ہیں اس لئے مختصر کروں گا اور آپ حضرات سے درخواست کروں گا کہ ذرا توجہ سے بات کو سمجھ لیں۔

غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا' قادیانیوں نے اس کو نبی' مسیح موعود اور نہ معلوم کیا کیا مان لیا۔ میں کہتا ہوں غلام احمد بھی نہیں جانتا تھا' مرزا طاہر بھی نہیں جانتا اور قادیانی بھی نہیں جانتے کہ نبوت کس چیز کا نام ہے۔

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

واللہ العظیم! اگر ان کے سامنے نبی کا صحیح تصور موجود ہوتا تو مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے امتی ہونا بھی عار سمجھا جاتا' نبی ہونا تو دور کی بات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں' اور یہ لقب مرکب ہے دو لفظوں سے۔ خاتم اور النبیین' اس اعتبار سے لازمی طور پر میرا مضمون دو حصوں میں تقسیم ہوجاتا ہے ایک یہ کہ نبوت کیا چیز ہے؟ دوسرے یہ کہ خاتم کیا ہے؟

مختصر الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ تمام انسانی کمالات کا ایک مجموعہ اللہ تعالیٰ بناتے ہیں' اس کا نام نبی رکھتے ہیں' کوئی انسانی نقص اس کے اندر نہیں رہنے دیتے' اس کی زبان میں' اس کے کان میں' اس کی آنکھوں میں' اس کے دل و دماغ میں' اس کے اعضاء میں کوئی نقص ایسا نہیں رہنے دیتے' جو عیب سمجھا جائے' ظاہری اور باطنی تمام نقائص بشریت سے پاک کرکے اللہ تعالیٰ

ایک ہستی کو منتخب فرماتے ہیں' اس کی تخلیق فرماتے ہیں اور اس کا نام نبی رکھتے ہیں' یعنی اللہ کا پیغام اللہ سے لے کر مخلوق تک پہنچانے والا۔ نبی صدق' سچائی' راستی اور کمالات انسانی میں بے مثل اور بے مثال ہوتا ہے۔ اس کے زمانے کا کوئی آدمی علم' فہم' عقل' دین' دیانت' شرافت' نجابت میں اس کے برابر نہیں ہوتا۔ وہ سب سے عالی خاندان ہوتا ہے۔ تمہارے یہاں مسلمانوں میں سب سے عالی خاندان کون سمجھا جاتا ہے؟ سب سے عالی خاندان حضور ﷺ کا خاندان ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے زیادہ معزز آدمی کون ہے؟ یعنی عالی نسب' فرمایا سب سے زیادہ عالی نسب ہوئے ہیں' سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ و السلام' خود نبی' باپ نبی' دادا نبی' پردادا نبی۔ عرض کیا کہ حضرت! یہ تو ہم نہیں پوچھنا چاہتے۔ فرمایا تم قبائل عرب کے بارے میں مجھ سے پوچھتے ہو؟ عرض کیا جی۔ فرمایا جو جاہلیت کے زمانے میں سب سے اونچا خاندان سمجھا جاتا تھا وہ اسلام میں بھی اونچا خاندان سمجھا جائے گا بشرطیکہ فقه في الدين حاصل کرلے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے اولاد آدم کو منتخب فرمایا' اولاد آدم میں عرب کو منتخب فرمایا' عرب میں قریش کو منتخب فرمایا' قریش میں ہاشم کو منتخب فرمایا اور بنوہاشم میں اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا۔ گویا پوری کائنات کا خلاصہ۔

فتح مکہ سے پہلے کا قصہ ہے کہ ابو سفیان کے سے ملک شام گیا ہوا تھا' یہ اس وقت مسلمان نہیں تھے' جب رسول اللہ ﷺ کا گرامی نامہ شاہ روم ہرقل کے پاس پہنچا' اس نے اپنے آدمیوں کو بلایا کہ دیکھو یہاں عرب کے کچھ لوگ آئے ہوئے ہوں گے' ان کو بلاؤ تاکہ ان سے ان صاحب کے بارے میں معلومات کریں۔ یہ واقعہ بخاری شریف کے پہلے ہی باب میں ہے' چنانچہ ابو سفیان کو اس کے رفقا سمیت لایا گیا' آنحضرت ﷺ کے اوصاف و کمالات کے بارے میں ہرقل نے سوالات کئے اور ابوسفیان نے جواب دیئے' رومیوں کا سب سے بڑا کافر سوال کرنے والا اور عرب کا سب سے بڑا کافر جواب دینے والا۔ ناراض نہ ہونا ابوسفیان رضی اللہ عنہ بعد میں بنے ہیں' اس وقت یہ کفار مکہ کے رئیس تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا کوئی نمائندہ اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ کی طرف سے وکالت کرنے کے لئے موجود نہیں تھا۔ اس نے پوچھا کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں ان کا حسب و نسب کیسا ہے؟ جواب دیا' وہ بڑا عالی نسب ہے۔ تمام اہل عرب مانتے تھے کہ قریش سے بڑھ کر کوئی معزز خاندان نہیں' رسول اللہ ﷺ خاندان قریش کا خلاصہ تھے اور ان کی آنکھ کا تارا تھے۔ میں عرض کررہا ہوں سب سے بڑا دشمن رسول اللہ ﷺ کا' آپ کے بارے میں شہادت دے رہا ہے' آگے ان گیارہ سوالات میں سے ہر ایک سوال کا جواب اس نے دیا اور ہر جواب پر شاہ روم نے تبصرہ کیا اس جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ ان کا نسب کیسا ہے' تو نے کہا کہ وہ بڑا عالی نسب ہے' تمام کے تمام انبیا کرام علیہم السلام اسی طرح عالی نسب پیدا ہوتے ہیں' کسی نبی کا نسب نامہ اس وقت کے لحاظ سے سب سے عالی نسب نامہ ہوتا ہے' اس سے زیادہ معزز کوئی نسب نہیں ہوتا۔

تو خیر مختصر سی بات میں عرض کرتا ہوں۔ ظاہر کے اعتبار سے' باطن کے اعتبار سے' اللہ تعالیٰ تمام کمالات کا ایک مجموعہ تیار کرتے ہیں اس کا نام نبی رکھتے ہیں' اس کی خواہشات بھی پاک ہوتی ہیں' اس کا بچپن پاک' اس کی جوانی پاک' اس کی کہولت پاک' اس کا بڑھاپا پاک' اس کی زبان پاک' اس کا دل پاک' کان پاک' پوری عمر میں کوئی لفظ کسی نبی کے منہ سے غلط نہیں سنا گیا۔ یہ ریکارڈ ہے' قبل از نبوت بھی بعد از نبوت بھی۔ میرے منہ سے بہت سے غلط الفاظ نکل سکتے ہیں' اور بڑے بڑے لوگوں کے منہ سے بھی کوئی غلط بات نکل سکتی ہے' لیکن کبھی کسی نبی کے منہ سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا جس پر انگلی رکھی جاسکے۔ مجھے ہمیشہ حفیظ جالندھری مرحوم کا یہ شعر پسند آیا کرتا ہے۔

محمدؐ جس کو دنیا صادق الوعد و امیں کہدے
وہ بندہ جس کو رحمان رحمتہ للعالمین کہدے

یہ میں نبوت کا ذکر کررہا ہوں خاتم نبوت تو الگ ہے۔ نبوت کیا چیز ہے؟ قادیانیوں نے اس کو بچوں کا کھلونا بنادیا۔ اوٹ ر۔

اونٹ تیری کون سی کل سیدھی؟ یہ غلام احمد کو نبی بناتے ہیں۔ میں نے ایک کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے امراض کی فہرست جمع کردی ہے۔ تیس امراض تھے جن میں سے ایک قوت مردمی کا کالعدم ہونا' یہ نبی ہے؟ اگر بہروپئے کے طور پر بھی کسی کو نبی بنانا تھا تو نقل مطابق اصل تو ہوتی۔ شکل دیکھو' عقل دیکھو' فہم دیکھو' فراست دیکھو' نبیوں کا مقابلہ کرتے ہیں؟ اور سنو حافظ تاج الدین سبکیؒ نے طبقات شافعیہ میں اپنے والد ماجد علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکیؒ (بیٹا تاج الدین ہے اور باپ تقی الدین ہے) کا قول نقل کیا ہے کہ ناممکن ہے کہ کوئی امتی نبی کو سمجھ سکے۔ سمجھو کیا کہہ رہے ہیں؟ بڑے بڑے اولیا' اقطاب' بزرگان دین' اونچی کرامتوں والے' شاہ عبدالقادر جیلانیؒ' خواجہ معین الدین چشتیؒ جیسے یہ نبی کو نہیں سمجھ سکتے کہ نبی کون ہوتا ہے؟ اور سنو ابوبکر(رضی اللہ عنہ) اور عمر(رضی اللہ عنہ) نہیں سمجھ سکتے کہ نبی کون ہوتا ہے تقی الدین سبکیؒ لکھتے ہیں کہ اگر تھوڑا سا سمجھا ہے تو ابوبکر(رضی اللہ عنہ) نے سمجھا ہے' کیونکہ وہ صدیق اکبر ہیں اور صدیق اکبر(رضی اللہ عنہ) کا سر وہاں ہوتا ہے جہاں نبوت کا پاؤں ہوتا ہے۔ جہاں نبی کے پاؤں لگتے ہیں وہاں صدیقیت کا سر لگتا ہے' اس لئے تھوڑی سی ان کو ہوا لگی ہوگی' ورنہ کسی امتی کی کیا مجال ہے کہ مقام نبوت کو پہچان سکے؟

تو یہ بات سمجھ لو کہ تمام کمالات انسانی کا مجموعہ اللہ تعالیٰ تیار کرتے ہیں اپنی پیغام رسانی کے لئے اور اس کا نام نبی رکھتے ہیں' اور آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو امام الانبیا بنایا۔ "اول الانبیا آدم و آخرھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔" عقائد کی ہر کتاب (مسلمانوں کے عقائد پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان) میں یہ عقیدہ درج کیا گیا ہے۔ ان کو کہتے ہیں خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم یوں کہو کہ تمام کمالات انسانی تو نبیوں کو عطا فرمادیئے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا عطا فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالات انبیا کا مجموعہ بنادیا' ہمارے حضرت نانوتویؒ کا شعر ہے' بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرماتے ہیں۔

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

کسی کو محمد رسول اللہ کا حسن دے دیا یوسف بن گئے' کسی کو اعجاز دے دیا وہ موسیٰ بن گئے' کسی کو محمد رسول اللہ کی مسیحائی عطا کردی وہ مسیح علیہ السلام بن گئے۔ تمام انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کا خلاصہ اور عطر حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کوئی کمال انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ السلام کے کمالات میں سے' مخلوق کے کمالات میں سے ایسا باقی نہیں بچا جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی میں جمع نہ کردیا ہو اور اس کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے عالم ازل میں تمام انبیا سے عہد و میثاق لیا' "واذ اخذ اللہ میثاق النبیین" اور اس بات کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے شب اسرا میں تمام انبیا کرام علیم الصلوٰۃ السلام کو جمع کیا تھا۔ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ہے "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم" اس کے واقعات معراج کے آٹھویں واقعہ میں حضرتؒ نے لکھا ہے تمام انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ السلام بیت المقدس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے جمع تھے۔ (مقرر بعد میں آتا ہے جلسہ پہلے جمع ہوتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اتنے میں ایک نے اقامت کہی اور انتظار کرنے لگے کہ امام کون بنتا ہے؟ جبریل امینؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کردیا"۔ اس کو کہتے ہیں' خاتم الانبیا اور امام الانبیا۔ امام الانبیا کا مطلب کیا ہے؟ سمجھے نہیں ہو اس رمز اور اشارہ کو؟ امام جب تک امام ہے مقتدی اس کے اشارے پر چلے گا' یہ نہیں ہوسکتا کہ امام رکوع میں ہو اور یہ سجدے میں چلا جائے۔ امام الانبیا بنانے میں اشارہ تھا کہ اب قیامت تک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا سکہ چلے گا۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا آغاز عالم ازل میں ہوا تھا' جبکہ تمام نبیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عہد لیا گیا' اور یہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پورا ہوا اور اس کا ایک ظہور آخری دن ہوگا۔ (آخری دن کونسا ہے؟ آخری دن قیامت کا دن ہے (وبالآخرۃ ھم یوقنون) آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ قیامت کا دن آخری دن ہے' کیونکہ اس کے بعد پھر

دن اور رات کا سلسلہ ختم' زمانہ غیر محدود' وقت کی تعین کے لئے کوئی پیمانہ مقرر کریں گے لیکن یہ دن رات کا نظام وہاں نہیں ہوگا)۔ آخری دن میں اس کا اظہار یوں فرمائیں گے کہ "لوائے حمد" (حمد کا جھنڈا) آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں عطا کیا جائے گا اور تمام نبی' آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام تک سب حضور ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی' بانی دارالعلوم دیوبند کے بقول "آنحضرت ﷺ نبی الانبیا ہیں اور جرنیلوں کے جرنیل ہیں۔ ہر نبی کی امت اس (نبی) کے ماتحت ہے اور وہ نبی اپنی امت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے ماتحت ہے۔"

پہلے انبیا نبوت کے ماہ و انجم تھے' اور جب آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے تو آفتاب نبوت نکل آیا۔ اب قیامت تک یہ آفتاب نبوت تاباں رہے گا۔ لہٰذا قیامت تک نبوت کا دروازہ بند کردیا گیا۔

شیخ سعدی کا مشہور شعر ہے۔ "جو احمق روشن دن میں شمع کافوری جلائے تم جلد دیکھو گے کہ اس کے چراغ میں تیل نہیں رہے گا"۔ دوپہر کو سورج نکلا ہوا ہے ہر چیز روشن ہے اور کوئی آدمی چراغ جلا کر کے بیٹھ جائے تم اس کے بارے میں کیا کہو گے؟ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت و نبوت کا آفتاب طلوع ہونے کے بعد کسی اور نبوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے' تو وہ جھوٹا ہی نہیں بلکہ احمق بھی ہے۔

ہمارے ایک بزرگ تھے حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے دوست تھے' مولانا عبدالقدوس"۔ ہمارے حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ' کے ساتھ بہت دوستی تھی' حضرت" کے وصال کے بعد بھی وہ مجھ پر کرم فرماتے رہے اور گھنٹوں آکر بیٹھتے تھے۔ پشاور یونیورسٹی میں استاد تھے' کوئی قادیانی بھی اس میں ہوگا' مولانا فرماتے تھے کہ ایک دن میں نے اس قادیانی سے پوچھا کہ کیا آپ احمدی ہوتے ہیں؟ بہت خوش ہوگیا' کہنے لگا جناب نے کیسے پہچان لیا؟ مولانا فرماتے ہیں میں نے نہایت سنجیدگی سے کہا کہ مرزائیوں کے منہ پر ایک خاص قسم کی لعنت برستی ہے' وہ تیرے چہرے پر بھی دیکھ رہا ہوں' چپ ہوگیا۔ واقعی! ہر قادیانی کے منہ پر ایک لعنت برستی ہے۔ جس کو اہل نظر فوراً" پہچان لیتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے باوا صاحب دیکھ کر کے بتادیتے ہیں کہ یہ مرزائی ہے۔ ان کو اتنی تشخیص حاصل ہے کہ مرزائیوں کے چہروں پر قادیانیت کی سیاہی کو دیکھ لیتے ہیں۔ ذرا سوچو کہ جن لوگوں کے دل کی سیاہی ان کے چہروں پر آگئی ہو ان کے دلوں کا کیا حال ہوگا۔

اب یہ باتیں جو مجھے عرض کرنی تھیں آپ سے وہ تو ختم ہوگئیں اور باقی منٹ رہ گئے صرف دس۔ اب چند باتیں ان لوگوں کے بارے میں کرتا ہوں اور پھر اگر موقعہ ملا اطمینان کا تو انشاء اللہ کچھ اور باتیں بھی کرنی ہیں ان سے۔ لا الہ الا اللہ میں نے عرض کیا کہ نبی' اللہ سے پیغام لیتا ہے اور بندوں کو وہ پیغام دیتا ہے۔ اگر وہ کبھی کچھ کہہ دیا کرے اور کبھی کچھ کہہ دیا کرے تو کیا اس پر اعتماد ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

کسی مرزائی سے پوچھ لو غلام احمد نے اپنی پہلی کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸-۴۹۹ میں قرآن کریم کے حوالے سے اور "اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے" کے حوالے سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے آنے کا عقیدہ لکھا تھا کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام آئیں گے' آسمان سے نازل ہوں گے' اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پیشگوئی فرمائی ہے' اور اس پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی شریک کر رکھا ہے۔ یہ قصہ ہے ۱۸۸۴ء کا' اس وقت کی یہ تحریر ہے۔ اس کے بعد ۱۸۹۱ء آیا تو کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیسیٰ مرگیا ہے اور تو اس کی جگہ ہو کر آیا ہے' اور عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق جو آیتیں تھیں وہ بھی میرے نام کردیں۔

اب میں ایک بات پوچھتا ہوں "عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے" یہ مرزا کا ۱۸۸۴ء کا عقیدہ تھا' اور "عیسیٰ علیہ السلام نہیں آئیں گے" یہ ۱۸۹۱ء کا عقیدہ۔ "آئیں گے" اور "نہیں آئیں گے"۔ یہ دونوں باتیں تو سچی نہیں ہوسکتیں' لامحالہ ان میں سے ایک بات سچی ہوگی اور ایک جھوٹی' کیوں بھئی ٹھیک ہے؟ یہ اتنی موٹی بات ہے کہ اس کو سمجھنے کے لئے کسی منطق کی ضرورت نہیں' مثلاً" جب کہا جائے کہ "زید آئے گا" تو اس کا مطلب ہے کہ وہ زندہ ہے۔ اور جب کہا جائے کہ "زید مرگیا ہے" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نہیں آئے گا۔ ایک آدمی یہ دو خبریں ایک ہی زبان سے دے رہا ہے اور ایک ہی قلم سے لکھ رہا ہے۔ ان

میں سے ایک کو لیو کے سچی اور ایک کو جھوٹی۔ اور جو جھوٹ بولے وہ ہوگا جھوٹا۔ تو ہمارا اور قادیانیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا نے ۱۸۸۴ء میں قرآن اور اپنے الہام کے حوالے سے یہ خبر دی کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ آئیں گے' اور اس کے چھ سال بعد ۱۸۹۱ء میں اپنے الہام کے حوالے سے خبر دی کہ وہ دوبارہ نہیں آئیں گے' لہٰذا اگر پہلی خبر سچی تھی تو دوسری جھوٹی اور اگر دوسری سچی تھی تو پہلی خبر جھوٹی۔

گویا ہمارا اور قادیانیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد جھوٹا تھا' قرآن اور اپنے الہام کے حوالے سے جھوٹی خبریں دیا کرتا تھا۔ میں مرزا طاہر اور ان کی قادیانی امت سے عرض کرتا ہوں کہ ہمارا اور تمہارا مرزا کے بارے میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ تم بھی مانتے ہو کہ اس نے ایک خبر جھوٹی دی' ہم بھی مانتے ہیں کہ اس نے ایک خبر جھوٹی دی۔ پس مرزا کے جھوٹا ہونے پر ہم دونوں فریق متفق ہیں۔ ہمارا اور قادیانیوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر مرزا غلام احمد کی پہلی خبر سچی تھی تو دوسری جھوٹی اور اگر دوسری صحیح تھی تو پہلی جھوٹی۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں فریق مرزا غلام احمد کے جھوٹا ہونے پر متفق ہیں' تمہاری زبان میں کہتے ہیں (Agree) اگری یعنی دونوں متفق ہیں کہ مرزا جھوٹا تھا۔ الحمدللہ۔ اب میں مرزا طاہر اور مرزائیوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ مجھے کوئی منطق کوئی فلسفہ کوئی طریقہ بتاؤ کہ مرزا سچا ثابت ہوسکے' کیا جھوٹی خبر دینے والا آدمی بھی سچا ہوسکتا ہے؟ الغرض کوئی مرزائی' مرزا کو سچا ثابت کردے۔ کیا مرزا طاہر اور مرزائی میرا چیلنج قبول کریں گے؟

اب آگے چلو! مرزا غلام احمد ۱۸۹۱ء تک کہتا رہا کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ چالیس سال کا تھا جب ملہم بن گیا' اس کے باوجود باون سال کی عمر تک کہتا رہا کہ عیسیٰ علیہ اسلام آئیں گے' تو یہ خبر کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے باون (۵۲) سال کی خبر ہوئی' قادیانی کہتے ہیں کہ اس کی یہ خبر جھوٹی تھی۔ اور مرزا غلام احمد انتقال کرگیا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو' سترہ سال چار مہینے چھبیس دن اس نے یہ خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام مرگئے ہیں' نہیں آئیں گے۔ مسلمان کہتے ہیں مرزا کی یہ آخری خبر جھوٹی تھی۔ اب اس پر تو ہم دونوں فریق متفق تھے کہ مرزا جھوٹا ہے' دیکھنا یہ ہے کہ بڑا جھوٹا کون مانتا ہے۔ مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا باون سال جھوٹ بولتا رہا اور ہم کہتے ہیں کہ اس نے صرف آخری ساڑھے سترہ سال جھوٹ بولا' جو باون سال جھوٹ بولے وہ بڑا جھوٹا ہے یا جو سترہ سال چار مہینے جھوٹ بولے وہ بڑا جھوٹا ہے؟ کیوں بھئی تمہاری عقل کیا کہتی ہے؟ باون سال جھوٹ بولنے والا بڑا جھوٹا کہلائے گا یا سترہ سال جھوٹ بولنے والا؟ ہم کہتے ہیں مرزا کی پہلی خبر سچی تھی اس وقت جھوٹا نہیں تھا' ۱۸۹۱ء سے جھوٹ بولنے لگا' تو اس کے جھوٹ کی میعاد صرف سترہ سال چار مہینے چھبیس دن ہے' اور مرزائی کہتے ہیں کمبخت پہلے جھوٹ بولتا تھا' باون سال تک جھوٹ بولتا رہا' بکواس کرتا رہا' اور بعد میں راہ راست پر آیا اور سچ بولنے لگا' تو اللہ تعالیٰ نے اس کے باون سالہ جھوٹ سے خوش ہوکر اسے مسیح موعود بنادیا' نعوذ باللہ۔ جن کا نبی باون سال جھوٹ بولتا رہے تم سوچو کہ وہ کیسا مسیح موعود ہوگا؟ اور اس باون سال تک جھوٹ بکنے والے کو جو لوگ مسیح موعود مانتے ہیں وہ کتنے جھوٹے ہوں گے؟ معلوم ہوا کہ مرزائی بڑا جھوٹا مانتے ہیں اور ہم مرزے کو چھوٹا جھوٹا مانتے ہیں۔ یہ بھی بات سمجھ میں آگئی؟

اب ایک اور بات سمجھو' یہ تو ہوتا ہے کہ آدمی پہلے صحیح ہو بعد میں بگڑ جائے۔ پہلے سچ بولتا ہو بعد میں جھوٹ بولنے لگے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ ایک آدمی باون سال تک جھوٹ بولتا رہے اور بعد میں مسیح موعود بن جائے۔ اور کہے کہ میں مسیح موعود ہوں کیونکہ اللہ کو مجھ پر بہت پیار آگیا کہ چونکہ یہ باون سال تک جھوٹ بولتا رہا ہے اس لئے اس کو مسیح بناؤ۔ کیا نبوت کی تاریخ میں اس کی مثال ملے گی؟ کیا یہ نبوت کا مذاق اڑانا نہیں ہے؟ مرزائیو! میرے اس سوال کا جواب دو کہ باون سال جھوٹ بکنے والا مسیح موعود کیسے بن گیا؟

کہتے ہیں مرزا طاہر ٹی وی پر تقریر کرتا ہے اور ساری دنیا میں سنی جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شیطان کی آواز ساری دنیا میں سنی جاتی ہے۔ کسی نبی کی آواز ساری دنیا میں نہیں سنی گئی۔ البتہ شیطان کی بات ہر جگہ ہے۔ گانے ہندوستان میں بھی ہیں' پاکستان میں بھی ہیں' امریکہ میں بھی ہیں' ہر ایک ملک میں گانے موجود ہیں' شیطان کی آواز۔ کیوں جی ٹھیک ہے؟ تم ٹی وی پر آنے کو کمال سمجھتے ہو' میں کہتا ہوں یہ اس کے شیطان ہونے کی علامت ہے۔ مرزا طاہر! میرا تم سے ایک ہی سوال ہے کہ تم ٹی

دی پر ساری دنیا کو اپنی شیطانی آواز سناؤ لیکن اپنے دادا کو سچا کر کے دکھادو۔
اور اب وقت ختم ہوگیا۔ موقع ملا تو انشاء اللہ پھر آپ کی خدمت میں چند باتیں عرض کروں گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

شہیدِ راہِ حق

حافظ شفیع اللہ فقیر بنوں

سرزمین افغانستان میں اسلام کی سربلندی کے لئے جرات اور بہادری سے لڑ کر قافلہ شہیداں میں شامل ہونے والے اس نوجوان مجاہد نے ۱۹۷۰ء میں ضلع بنوں کے علاقہ خوجڑی خاص کے ایک دیندار غریب گھرانے میں جنم لیا تھا۔ زمان خان کے گھر پیدا ہونے والے اس بچے کے بارے میں اس وقت کسی کو یہ علم نہ تھا کہ وہ اپنے والدین کے لئے ذریعہ بخشش ثابت ہوگا اور اپنے علاقے میں باعث فخر اور ہم عمروں کے لئے ایک روشن مثال قائم کرے گا۔ اس وقت کون یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ بچہ مسلمانوں کو چودہ سو سال پہلے حضور ﷺ کا دیا ہوا سبق (جو ہم بھول چکے ہیں) یاد دلائے گا۔ والدین نے محمد انور خان نام رکھا۔ اپنے آبائی گاؤں خوجڑی خاص کے گورنمنٹ پرائمری اسکول میں تعلیم شروع کی۔ تیسری جماعت تک اسکول پڑھا' بعد میں اسکول چھوڑ کر حفظ قرآن کریم کا شوق پیدا ہوا۔ پشاور کے قریب گاؤں موسیٰ زئی میں مشہور استاذ حافظ میاں محمد قریش مرحوم" (جو راقم الحروف کا بھی استاذ تھا) کے ہاں حفظ قرآن کریم کا آغاز کیا۔ دو پارے حفظ کئے' بعد میں بنوں واپس آکر جامعہ حفظ القرآن مال منڈی میں درس نظامی کا آغاز کیا۔ درس نظامی میں نہایت ذہین اور قابل تھا۔ خوش اخلاق اور نہایت متقی پرہیزگار طالب علم تھا۔

جہاد افغانستان میں شرکت

جب آپ مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ راقم الحروف کا پہلا سال تھا' اس دوران سابقہ حرکۃ المجاہدین کے امیر موجودہ حرکت الانصار کے ناظم اعلیٰ صف اول کے عظیم مجاہد کمانڈر مولانا فضل الرحمان خلیل بمعہ احباب کے مدرسہ حفظ القرآن مال منڈی میں جہاد کے موضوع پر بیان کیا' انہوں نے اساتذہ کرام اور طلباء کرام کو جہاد افغانستان سے روشناس کرایا۔

مولانا فضل الرحمان خلیل نے جہاد کے موضوع پر طلباء کرام سے تفصیلی گفتگو کی۔ جس سے مدرسہ کے طلباء کرام متاثر ہو کر حافظ عبدالستار شاہ کی سرپرستی میں ایک قافلہ جہاد افغانستان میں شرکت کے لئے میرانشاہ روانہ ہوگیا۔ رات حرکت کے دفتر میں گزاری۔ صبح مولانا ثمیر گل کی قیادت میں قافلہ میرانشاہ سے افغانستان کی جانب روانہ ہوا۔ اسی قافلہ میں محمد انور شہید بھی موجود تھے۔ راقم الحروف کئی مرتبہ محمد انور شہید کے ساتھ ہم سفر اور افغانستان میں مختلف محاذوں پر رہ چکا ہے۔ سفر میں اور محاذ پر بھی اپنے ساتھیوں کا خاص خیال کیا کرتے تھے۔ شہید کی زبان پر ہروقت ذکر الٰہی کا ورد جاری تھا۔ راقم الحروف اور شہید نے کئی مرتبہ شمالی وزیرستان کے مشہور عالم دین عظیم مجاہد کمانڈر مولانا عبدالحلیم (جو خوست میں تحریک طالبان کی طرف سے قاضی کے عہدے پر فائز ہے) کی کمانڈ میں اسلام دشمن روس کے خلاف اسلام کی سربلندی کے لئے مختلف محاذوں پر حصہ لیا ہے۔ شہید نے حرکت کی ٹریننگ سینٹر میں کچھ وقت گزار کر وہاں سے عسکری تربیت حاصل کی۔ انہی دنوں شہید بنوں کے عظیم دینی درسگاہ انوار العلوم میں شیخ الحدیث مولانا علی اکبر سابقہ ایم این اے (امیر جمعیت العلماء اسلام) کے ہاں پڑھتا تھا۔ جہاد کا شوق ہر وقت ان پر غالب تھا۔ جامعہ کے طلباء کرام کے ساتھ جہاد افغانستان کا رخ کیا۔ یہ ان کا آخری سفر تھا۔ گردیز کے مقام پر دشمنان اسلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا۔ ایک دن وہ اپنے استاذ مولانا وارث خان شہید (مدرس انوار العلوم) کے پاس ملاقات کرنے گئے کہ دشمن کے طیاروں نے اسی مرکز پر سخت بمباری کی۔ جس سے بہت مجاہدین شہید اور شدید زخمی ہوگئے۔ شہید ہونے والوں میں مولانا وارث خان شہید بھی تھے۔ ۸ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو شہید کے سر پر شدید چوٹ لگی تھی۔ کویتی ہسپتال پشاور میں زیر علاج تھے۔ آخر زخموں کی تاب نہ لا کر ۹ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو خالق حقیقی سے جاملا اور ۱۰ اکتوبر کو اپنے آبائی گاؤں خوجڑی خاص میں ہزاروں اشک باروں کے سامنے سپرد خاک کیا گیا۔ ان کی یہ دلی خواہش بھی پوری ہوگئی۔ محمد انور خان کی شہادت آج کے نوجوانوں کے لئے مشعل راہ ہے' ان کی شہادت میں مسلمان والدین کے لئے یہ سبق ہے کہ آج بھی عمر بن جموع رضی اللہ عنہ جیسے والد زندہ ہیں اور اسماء بنت حسنہ جیسی مائیں زندہ ہیں۔ جو اپنی نوجوان اولاد کو اللہ کے راستے میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی قسم کا جذبہ ہمارے اندر اور ہمارے والدین کے اندر پیدا فرمائیں۔ (آمین)

محمد سعید اسعد

حضرت مولانا مفتی محمودؒ

بااصول سیاست داں ــــ عالم باعمل

فقیہ بے بدل محدث کبیر حریم ختم نبوت کے پاسباں' علم و حکمت کے بحر بے کراں' عابد شب زندہ دار اور عارف باللہ بزرگ' جری بہادر فیاض سخی' متقی و پرہیزگار' نڈر حق گو انسان کو دنیا مفتی محمود کے نام سے یاد کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک شخصیت میں وہ کمالات و محاسن جمع کر دیئے تھے کہ اگر ایک جماعت میں بھی تقسیم کر دیئے جائیں تو وہ بھی کوہ گراں بن جائے' وہ ہر محفل میں صدر محفل ہوتے چاہے وہ محفل دنیا کے بادشاہوں کی ہوتی یا دین کے علماء فضلاء کی خواہ دانشوروں' سیاست دانوں کی' اپنوں کی یا غیروں کی وہ ہر جگہ اپنی خداداد صلاحیت کی بدولت سب پر بھاری رہتے' متاع دین و دانش تھے علم و فقاہت سے مزین تھے قیادت و سیاست ان پر ناز کرتی تھی۔ ہر طبقہ فکر ان کی فصاحت و بلاغت' فضل و کمال' اخلاص و تقویٰ' حمیت و غیرت' جرات و شجاعت میں صورت و سیرت کا معترف تھا ان کی ذات ان مردان خدا میں سے تھی جن کو اللہ تعالیٰ دین کی سربلندی اور خدمت کے لئے مقرر کرتا ہے وہ اس جماعت کے سرخیل تھے جن کے بارے میں زبان نبوت نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ایک جماعت ہمیشہ حق و صداقت کی خاطر برسرپیکار رہے گی اور دین اسلام سرسبز و شاداب رہے گا اور باطل ہمیشہ مغلوب رہے گا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ممتاز صحافی اور کالم نویس جناب مجیب الرحمان شامی حضرت مفتی صاحب کا بڑے خوبصورت جامع اور شاندار الفاظ میں اس طرح تعارف کرایا ہے۔

"پیشانی کشادہ' مطلع انوار' آنکھیں روشن' زندہ و بیدار' ابھرے ہوئے مسکراتے رخسار' گندمی رنگ میں سرخی کے آثار' سر کے بال چھ دار داڑھی پھیلی ہوئی باوقار' سپاہی پر بیٹھی ڈال بار شانے چوڑے اور مضبوط مردانہ وار' ناک ستواں' قد میانہ' جسم گٹھا' ایک شجر سایہ دار پر سکون جیسے دامن کوہسار"

لباس سے سادگی آشکار' کندھوں پر مستقل رومال کہ جسد خاکی کا حاشیہ بردار' نرم گفتگو' دلیل کی گفتار' دم جستجو' فرض کی پکار' آرام سے ہر لحاظ انکار' مطمع نظر اسلامی اقدار عوامی حقوق کا پاسدار' ان کی حفاظت کے لئے ہر دم چوکس و تیار۔

وزیر اعلیٰ مگر چٹائی سے سروکار' تکلفات سے بیزار' بوریئے پر دربار عجیب صاحب اختیار' غلام احمد مختار' اس کی نگاہ میں ہیچ دولت کے انبار اس کی نگاہ میں ایک مفلس و زردار' تنہا بھی لشکر جرار' کشتیں اس کے سامنے نگوں سار' استقامت کا کوہسار' نعرہ حیدر کرار' فرقہ بندی کے خلاف کھلی تلوار اتحاد کا علمبردار' تحریک نظام مصطفیٰ کا سالار' قوم کا بے تاج تاجدار' نوید قافلہ بہار۔

میدان سیاست کا شہسوار' اہل دین کے لئے سرمایہ افتخار' اہل دل کے لئے وجہ قرار' دیوبند کے گلے کا ہار' پاکستان پر سو جان سے نثار' افغانستان پر اٹھتے بار جہاد کی للکار' ــــ (اس سے) لرزہ براندام اشتراکی و سرمایہ دار' ہر جنس بازار وہ ایک گلہ پائیدار' باوقار' باکردار' عابد شب زندہ دار' روایت اسلاف کا نگہ دار' رحمت پروردگار........ خوابیدہ اس شرف میں تھے آتش کدے ہزار۔

تری لحد پہ کھلیں جاوداں گلاب کے پھول

حضرت مفتی صاحب ٦ ربیع الثانی ١٣٣٧ھ مطابق جنوری ١٩١٩ء پیر کی رات پیدا ہوئے مولانا سید عبدالحلیم نے "محمود" نام تجویز کیا مفتی صاحب کے والد ماجد کی رہائش ابھی تک پنیالہ میں تھی آپ کی ولادت کے بعد خانقاہ یاسین منتقل ہو گئے پھر وہیں زندگی بسر کی اور وہیں مدفون ہوئے پانچ سال کی عمر تھی کہ پنیالہ کے مڈل اسکول میں داخل کر دیئے گئے شروع دن سے ہی بے حد ذہین اور حاضر دماغ تھے اس لئے جماعت میں اول پوزیشن حاصل کرتے مڈل تک اسکول کی طرف سے دو دفعہ وظیفہ اور انعام کے مستحق قرار پائے' اس وجہ سے تمام اساتذہ کے منظور نظر اور شفقت و محبت کے مورد تھے' مڈل کی تعلیم اعلیٰ نمبروں میں حاصل کر لی تو اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے خود ان کے والد ماجد خلیفہ محمد صدیق کو پیشکش کی کہ آپ کا بیٹا بہت ذہین اور ہوشیار ہے اس کی تعلیم کا سلسلہ بند نہ کیا جائے اور اس کے تعلیمی اخراجات کی کسی قسم کی فکر کی ضرورت نہیں یہ ذمہ داری بھی میرے سپرد کر دیں' لیکن خلیفہ محمد صدیق نے بیٹے کو دینی تعلیم دلانے کی ٹھان رکھی تھی انہوں نے ماسٹر صاحب سے انکار کر دیا' حضرت مفتی صاحب اسکول کی تعلیم کے دوران دینی تعلیم کی طرف توجہ دینی شروع کر دی اور گھر میں ہی اپنے والد صاحب اور ماموں جان کے پاس قرآن کریم اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھ ڈالی پھر دو سال میں اپنے والد صاحب کے علاوہ اپنے بہنوئی مولانا شیر محمد قندھاری

اور مولانا غلام رسول سے "سلم شرح جامی، سلم العلوم، ہدایہ، جامی" تک کتابیں پڑھ لیں، مولانا غلام رسول سے سلم العلوم پڑھتے تھے یہ ایک مسجد میں جمعہ کی نماز اور خطبہ دینے کے فرائض انجام دیتے تھے ایک دن اتفاق سے کسی مجبوری کی بناء پر جمعہ میں شریک نہ ہوسکے، فکر میں جلدی جلدی مسجد کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں ہونہار شاگرد سے ملاقات ہوگئی ان سے پوچھنے پر جواب ملا پریشان نہ ہوں جمعہ کی امامت خطابت کے فرائض میں نے انجام دے دیئے استاذ محترم مولانا غلام رسول نے حیرت سے پوچھا جمعہ کا خطبہ یاد ہے اس میں کونسا خطبہ پڑھا؟ شاگرد نے جواب دیا، سلم العلوم کے جو سبق پڑھے تھے وہ یاد تھے ایک خطبے میں ایک دن کا دوسرے میں دوسرا سبق، یہ جواب شاگرد کی زبان سے سن کر جو حالت ہوئی ہوگی اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اس دوران شاگرد نظروں سے اوجھل ہوچکے تھے ۔مفتی صاحب نے اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے برصغیر کی سب سے بڑی اور مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا مگر اپنے بزرگوں کی خواہش پر مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخل ہوگئے ان دنوں علوم و فنون میں اس مدرسہ کی بہت شہرت تھی یہاں چھ سال مسلسل تعلیم حاصل کی، علوم و فنون منطق فلسفہ پر مکمل عبور کے بعد امروہہ میں حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب محدث امروہی کی نگرانی میں حدیث شریف پڑھی باوجود حضرت امروہی ضعف و پیرانہ سالی کی وجہ سے پڑھانا چھوڑ چکے تھے لیکن آپ کا صرف امتحان لے کر حدیث کی سند اپنے دست مبارک سے عنایت فرمائی تعلیم سے فراغت کے بعد مفتی صاحب نے اپنے علاقہ کو درس و تدریس، دعوت و تبلیغ اور امامت و خطابت کے لئے منتخب کیا، ایسے پس ماندہ اور غیر معروف علاقہ میں ہونے کے باوجود آپ کے علمی جوہر کھلے اور شہرت ہوئی ملتان کی معروف دینی درسگاہ "مدرسہ قاسم العلوم" کی انتظامیہ نے ۱۹۵۰ء میں افتاء و تدریس کی پیش کش کی، بزرگوں کی اجازت سے آپ ملتان منتقل ہوگئے بہت کم عرصہ میں ترقی کرکے صدر مفتی اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوگئے، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں ۱۹۵۶ء میں علماء کنونشن منعقد ہوا جس کی صدارت حضرت مولانا احمد علی لاہوری نے قبول فرمائی اور نظامت اعلیٰ آپ کے سپرد ہوئی، آپ کی طرف سے دعوت نامے جاری ہوئے، اور ۸، ۹ اکتوبر کو ملتان میں کنونشن ہوا جس میں مغربی پاکستان کے پانچ سو علماء نے شرکت کی، اس کنونشن میں جمعیۃ علماء اسلام کی تشکیل نو ہوئی، حضرت لاہوری امیر، مفتی محمود صاحب نائب امیر اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ناظم اعلیٰ، منتخب ہوئے۔ اس نئی قیادت میں جمعیت ایک فعال متحرک منظم جماعت کی حیثیت سے ابھری ۱۹۶۲ء میں صدر محمد ایوب خان نے بی ڈی سسٹم پر قومی اسمبلی کے لئے انتخابات کروائے تو جمعیت نے ان کو اپنا امیدوار نامزد کردیا مگر سیاسی جماعتوں پر پابندی لگ چکی تھی تو بزرگوں کے مشورہ اور حلقہ کے علماء صلحاء اور دوست و احباب کے اصرار پر انفرادی حیثیت میں حصہ لیا مقابلے میں علاقے کے نواب اور جاگیردار تھے، سرکاری ادارے اور ایجنسیاں بھی ان کی پشت پناہی اور حمایت میں اپنا پورا زور صرف کررہی تھیں، اس دوران مفتی صاحب کے معالج نے آپ کو شوگر تشخیص کرکے مکمل آرام کی ہدایت کی مگر انہوں نے اس بات کی بالکل پروا نہیں کی اور اپنی انتخابی مہم شروع کردی، اونٹوں پر پورے علاقے کا سفر کیا اور لوگوں کو اپنا موقف سمجھایا مقابلہ چونکہ انتہائی سخت تھا اس لئے ہر جگہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ ہر مزاحمت اور اعتراض کا مردانہ وار اور حکمت و دانائی سے جواب دیتے، آپ کی کوشش بارآور ہوئی، بی ڈی ممبروں اور عوام کو آپ کی بات سمجھ آگئی کہ اسلام کے قوانین کے لئے ان کا اسمبلی میں جانا ضروری ہے اس لئے ممبروں کی اکثریت نے آپ کے حق میں ووٹ دیا اور بھاری اکثریت سے کامیاب کرایا ایک آدھ کے سوا سب مخالف امیدواروں کی ضمانتیں تک ضبط ہوگئیں ۱۹۶۲ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہونے کے بعد پہلی بار آپ کا عوامی تعارف سامنے آیا۔ آپ اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد تشریف لے گئے، قومی اسمبلی کے حلف برداری اجلاس کے موقع پر ہی صدر محمد ایوب سے ٹھن گئی آپ نے اس کے غیر اسلامی اور غیر جمہوری اور آمرانہ دستور کے خلاف بغاوت کردی، حلف نامے کی عبارت میں درج تھا کہ دستور کو قائم اور باقی رکھیں گے، آپ نے اس کے آخر میں اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اس کو جوں کا توں رکھیں گے، بلکہ اس دستور کے دیئے ہوئے اختیارات کو بروئے کار لاکر ان جملہ خرابیوں اور خامیوں کی کتاب و سنت یا جمہوری لحاظ سے اس میں ہوں گی، ان میں ترمیم و تنسیخ کریں گے، ان الفاظ کا حلف کی کارروائی میں باقاعدہ اندراج ہوا۔ آپ نے اسمبلی میں آزاد خارجہ پالیسی اور بجٹ پر یادگار تقریریں کیں، ان دنوں عائلی قوانین کا بڑا غلغلہ تھا آپ نے اس مسئلے پر زور دار معرکہ لڑا، آپ کو معلوم تھا کہ صدر ایوب خان اس مسئلے کو ذاتی وقار کا سوال بناچکے ہیں لیکن انہوں نے اسمبلی میں اس آرڈیننس کو آڑے ہاتھوں لیا اس موقع پر آپ نے ایک زبردست تقریر کی جو ایک گھنٹہ دس منٹ تک جاری رہی، انہوں نے اسلام کے عائلی نظام کے ایک ایک گوشے پر تفصیلی بحث کی اور سرکاری بنچوں کی طرف سے دیئے جانے والے تمام دلائل کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں، نتیجہ یہ کہ اہل اقتدار کی نظروں میں خار کی طرح کھٹکنے لگے، ۱۹۶۵ء میں دوبارہ الیکشن ہوئے تو ان کو ناکام بنانے کی خاص

ہدایت ایوب خان نے دی وہ اپنی انتخابی مہم کے سلسلہ میں جہاں جاتے ان سے پہلے ہی پولیس اور سرکاری گماشتے وہاں موجود ہوتے اور ووٹروں کو خوب ڈرایا دھمکایا جاتا کہ اگر مفتی محمود کو ووٹ دیئے تو اس کے سنگین نتائج برآمد ہوں گے' اس کے باوجود آپ نے دیوانہ وار محنت کی اور الیکشن میں حصہ لیا' ظاہر میں اگرچہ وہ ہار گئے تھے مگر یہ ہار بھی ان کی جیت بنی' وقت گذرتا گیا ۱۹۶۸ء میں صدر ایوب اپنی حکومت کی دسویں سالگرہ کا جشن خوب دھوم دھام سے منا رہے تھے اور بزعم خود بادشاہت کے خواب دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ اب پاکستان میں کوئی ان کو اور ان کی حکومت کو ختم نہیں کرسکتا ہر طرف ظلم و بربریت کے آمرانہ نظام نے ڈیرے ڈال رکھے تھے' خوف و ہراس اور بے یقینی کی اس فضاء میں مفتی صاحب نے اپنے ساتھیوں کو جمع کرکے پوری طاقت سے ایوبی آمریت کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۳'۴'۵' مئی ۱۹۶۸ء کو لاہور کی تاریخی جلسہ گاہ۔ باغ بیرون موچی دروازہ میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی گئی اس میں مشرق اور مغربی پاکستان کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے تقریباً" پانچ ہزار علماء نے شرکت کی' کانفرنس کے اختتام پر ایک عدیم المثال جلوس نکالا اور اس طرح علماء نے بھرپور طاقت کا مظاہرہ کیا اس کے بعد علماء میدان سیاست میں متحرک ہوگئے اور اس مظاہرہ کے بعد پورے ملک میں ایوبی آمریت کے خلاف زبردست تحریک شروع ہوگئی۔ مفتی صاحب جمعیت علماء اسلام کے ناظم اعلیٰ بنادیئے گئے' پورے ملک میں قائد جمعیت کی حیثیت سے طوفانی دورے کئے جگہ جگہ عوامی جلسوں میں ایوبی آمریت پر ضرب کاری لگائی ایوب خان معیاد سے ایک سال پہلے ہی حکومت چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور اقتدار اپنے ہی آئین کے مطابق جمہوری اداروں کو منتقل کرنے کی بجائے فوج کے سربراہ محمد یحییٰ خان کے حوالے کرکے خود گوشہ نشینی کی حالت میں چند سال زندگی گذار کر فوت ہوگئے۔

صدر یحییٰ خان نے پاکستان کی تاریخ میں پہلے عام انتخابات کا اعلان کردیا اور یکم جنوری ۱۹۷۰ء سے سیاسی آزادی کا اعلان کرکے انتخابی مہم اور جلسے جلوس کی اجازت دے دی مفتی صاحب نے اپنے رفقاء سمیت پھر ملک میں طوفانی دورے شروع کردیئے اور لاہور سے اپنی انتخابی مہم کا آغاز کیا جون ۱۹۷۰ء کے آخر میں لاہور میں ایک تاریخی آئین شریعت کانفرنس کا اہتمام کیا جو تین دن جاری رہی اور جمعہ کے دن ایک زبردست جلوس نکالا جو دہلی دروازہ سے شروع ہوکر شاہی مسجد جاکر ختم ہوا' حضرت مفتی صاحب اپنے آبائی شہر ڈیرہ اسماعیل خان سے قومی اسمبلی کے امیدوار تھے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے بھی اس حلقہ سے کاغذات داخل کردیئے حالانکہ وہ اس کے علاوہ اور بھی پانچ سیٹوں پر الیکشن میں حصہ لے رہے تھے' مفتی صاحب چونکہ پارٹی کے قائد ہونے کی وجہ سے بہت مصروف تھے اس لئے ان کو اپنے حلقہ کی انتخابی مہم کے لئے وقت بہت کم ملا' دوسرے علماء اور دوست ان کی انتخابی مہم چلا رہے تھے' امریکی سفیر فارلینڈ نے مفتی صاحب کو ناکام بنانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر خدا کا فضل شامل حال ہو تو ہر طاقت پاش پاش ہوجاتی ہے پورا ملک مسٹر بھٹو ایسے شاطر سیاست دان کے روٹی' کپڑا اور مکان کے نعرہ پر فریفتہ ہوچکا تھا بڑے بڑے جاگیردار اور بااثر لوگ اس نعرہ کے سامنے بے بس نظر آتے تھے مسٹر بھٹو نے سب کو بری طرح شکست سے دوچار کردیا۔ ان حالات میں مفتی محمود نے مسٹر بھٹو کو ڈیرہ اسماعیل خان کی سیٹ سے تیرہ ہزار سے زیادہ ووٹوں سے شکست دی اور تاریخ میں سنہرے حروف سے نام لکھوایا کہ جہاں اتنے بااثر سرمایہ دار ناکام ہوگئے وہاں ایک درویش اور مدرسے کی چٹائیوں پر قال اللہ قال الرسول کی صدا بلند کرنے والا کامیاب و کامران ہوگیا' پھر بھٹو نے واضح اعلان کیا کہ آئندہ کبھی مفتی محمود کے مقابلے میں انتخاب لڑنے کی جرات نہیں کروں گا' مشرقی پاکستان نے شیخ مجیب الرحمان کے حق میں سو فیصد فیصلہ دے دیا۔ قومی اسمبلی کی تین سو میں سے ایک سو اکیاون سیٹیں عوامی لیگ نے حاصل کرلیں اس سے طاقت کا توازن اسلام آباد سے منتقل ہوکر ڈھاکہ چلا گیا بھٹو کی پی پی صرف اسی کے قریب سیٹیں حاصل کرسکی اس لئے اقتدار شیخ مجیب الرحمان کا حق بن گیا جو صدر یحییٰ اور مسٹر بھٹو کو کسی طرح برداشت نہیں تھا اس لئے سازشوں کے جال بچھے اور شیخ مجیب الرحمان کو اقتدار سے دور رکھنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تین مارچ ۱۹۷۱ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا دو دن باقی تھے کہ بلاجواز اجلاس ملتوی کردیا' مفتی صاحب نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح حالات سازگار رہیں لیکن مارشل لاء حکومت کی نیت خراب ہوچکی تھی اس لئے تلخیاں بڑھنا شروع ہوگئی بالآخر ہمیں اپنے ملک کے آدھے حصے سے محروم کردیا گیا۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو نئے پاکستان کے سربراہ مسٹر بھٹو بنادیئے گئے پنجاب اور سندھ میں تو "پی پی" کو بلا شرکت غیرے اکثریت حاصل تھی لیکن سرحد اور بلوچستان میں "پی پی" کی کوئی نمائندگی نہیں تھی اس لئے مجبور ہوکر مسٹر بھٹو کو جمعیت اور نیپ سے اتحاد کرکے سرحد اور اور بلوچستان میں دونوں پارٹیوں کی حکومتیں تشکیل دینی پڑیں مفتی صاحب جمعیت اور نیپ کے اشتراک سے سرحد اسمبلی میں قائد ایوان منتخب ہوگئے انہوں نے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے حلف اٹھانے کے فوری بعد شراب کی خرید و فروخت پر مکمل پابندی عائد کردی' شلوار قمیص کو سرکاری لباس قرار دے دیا چنانچہ سب سرکاری افسر اسی لباس کے عادی ہوگئے۔

○

محمد عبدالمنتقم سلہٹی
شعبہ تخصص فی الافتاء دارالعلوم کراچی

طالبان کا سرچشمۂ طاقت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ (سابق مفتی اعظم پاکستان و بانی دارالعلوم کراچی) تمثیل کے طور پر سنایا کرتے تھے کہ ہندوستان میں جب نئی نئی ریل چلی تو اتفاق سے ایک دیہاتی ہندو' شہر آیا ہوا تھا' سواری کے بارے میں اس کا تصور یہ تھا کہ وہ کوئی گھوڑا یا گدھا ہوتا ہے' جس پر آدمی بیٹھتا ہے اور چلا کے لے جاتا ہے' اس لئے "ریل" کو دیکھ کر وہ بڑا حیران ہوا کہ اتنی بڑی اور لمبی عمارت خود بخود کیسے چل رہی ہے' اس نے لوگوں سے پوچھا کہ بھئی! یہ کون چلاتا ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ ایک سبز جھنڈی ہوتی ہے' وہ جب ہلتی ہے تو یہ چلتی ہے' یہ سن کر ہندو بیچارہ سبز جھنڈی کے پاس چلا گیا اور اس کی پوجا پاٹ شروع کردی' وہاں پر موجود لوگوں نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ ارے یہ کیا کررہا ہے؟ جواب دیا کہ "یہ جھنڈی بڑی طاقتور چیز ہے' اتنی بڑی گاڑی یہ چلاتی ہے' اس لئے اس کی ڈنڈوت کررہا ہوں" پھر کسی نے کہا کہ ارے بھئی! یہ سبز جھنڈی کچھ بھی نہیں' اصل میں ایک گارڈ ہے' وہ جب سبز جھنڈی ہلاتا ہے تو گاڑی چلتی ہے' اب یہ 'گارڈ کے پاس چلا گیا اور اس کے سامنے سر جھکا دیا اور کہا کہ بھئی! تو بڑا طاقتور ہے' اتنی بڑی گاڑی تو چلالیتا ہے' گارڈ نے جواب دیا کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں' میرے اندر کوئی ایسی طاقت نہیں ہے کہ گاڑی کو چلاؤں' دراصل گاڑی میں جو ڈرائیور بیٹھا ہے وہ چلاتا ہے' تو ہم پرست ہندو نے اب ڈرائیور کے پاس جاکے اس کی ڈنڈوت شروع کردی' ڈرائیور نے معذرت کی اور کہا کہ میں بھی کچھ نہیں ہوں' میں تو صرف یہ کل پرزے آگے پیچھے کرتا ہوں' اصل میں یہ انجن اور اس کے پیچھے بھاپ کی طاقت ہے' وہ گاڑی چلاتی ہے۔ اب یہ ہندو دیہاتی' بھاپ کے پاس جاکے رک گیا اور سوچنے لگا کہ بھاپ کے پیچھے کونسی قوت کار فرما ہے؟ .... یہ تمثیل بیان کرنے کے بعد حضرت مفتی صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس ہندو کو چشم بصیرت اور دیدہ بینا ہو تو سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ بھاپ کی قوت کے پیچھے جس کی طاقت کارگر ہے' وہ اللہ جل شانہ کی ذات ہے' جس کی حکمت و ارادہ سے پوری دنیا کا نظام قائم ہے اور جس کی مشیت کے بغیر کائنات کا کوئی ذرہ حرکت میں نہیں آتا۔

روزمرہ کی زندگی میں ہمارا حال اس ہندو دیہاتی سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے کہ کبھی سبز جھنڈی پر بھروسہ کرلیا' کبھی گارڈ پر یقین جمالیا اور کبھی ڈرائیور پر توکل کرکے بیٹھ گئے' لیکن اس قادر مطلق ذات کا دھیان ہمیں نہیں ہوتا' جس نے پوری کائنات کا نظام سنبھالا ہوا ہے' جو آنکھیں مادے کے اس پار دیکھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہوں' ان کو ہر جگہ وسائل و اسباب کی کارفرمائی نظر آتی ہے .... افغانستان میں طالبان کی حیرت انگیز کامیابیاں دیکھ کر متعدد حلقوں سے مختلف انداز میں تبصرے کئے جارہے ہیں' ان تمام تبصروں میں اظہار خیال سے اظہار حیرت کا پہلو زیادہ نمایاں ہے کہ کابل میں یہ کیا ہوگیا؟ کیسے ہوگیا؟ طالبان کے نام سے یہ قوت کہاں سے ابھری؟ مختصر عرصے میں پورے افغانستان کے طول و عرض میں یہ کیسے چھاگئی؟ اس کی پشت پر کونسی طاقت ہے؟ کوئی کہتا ہے کہ اس کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ ہے' کسی کا خیال ہے کہ ان کو پاکستان نے لاکھڑا کیا ہے؟

ان تمام سوالات اور قیاس آرائیوں کے تناظر میں اسلامی طالبان کی تحریک اور اس کے پس منظر کے بارے میں کچھ گذارشات پیش کرنا وقت کا تقاضا معلوم ہوتا ہے۔ جب افغانستان کی سرزمین میں روس کی فوجیں داخل ہوئی تھیں تو دینی مدارس کے تربیت یافتہ یہی طلبہ' کفر کی اس یلغار کو روکنے میں سب سے پیش پیش تھے' ابتداء میں وہ لاٹھیاں لے کر میدان میں اترے تھے لیکن جہاد فی سبیل اللہ نے ان کو حرب و ضرب کی ہر مشین اور دشمن کو زچ کرنے کا ہر فن سکھادیا تھا' مسلمانوں کے اتحاد اور جہاد فی سبیل اللہ کی برکت تھی کہ روسیوں کو شکست فاش ہوئی اور وہ' عبرتناک رسوائی کے ساتھ اپنی پناہ گاہ کی طرف بھاگ کھڑے ہونے پر مجبور ہوئے .... روسیوں کے قدم اکھڑ جانے کے بعد طالبان' مدارس میں دوبارہ واپس لوٹ آئے تاکہ وہ اپنی دینی تعلیم پوری کریں' جسے جہاد کی وجہ سے ادھورا چھوڑ آئے تھے' لیکن شامت اعمال سے افغانستان میں کوئی مستحکم حکومت قائم نہ ہوسکی' اور ملک میں قائم مختلف تنظیموں کے درمیان تعلقات کشیدہ ہوئے' ہر تنظیم سے تعلق رکھنے والے کمانڈروں نے اپنی اپنی چودھراہٹ قائم کرنے کے لئے ہر

طرف افراتفری کا بازار گرم کیا' اس طرح حصول آزادی کے بعد بھی کئی سال تک افغانستان میں اضطراب' بیکسی' اور بدامنی کی عفریت مسلط رہی' دینی مدارس کے ان مجاہد طلبہ نے کئی سال تک اپنی مظلوم ماؤں' بہنوں اور بزرگوں کی سسکیاں سنیں اور ان کو لٹتے دیکھا' لیکن بالآخر ان کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا اور انہوں نے عزت و آبرو اور جان و مال کی اس تباہی کو قابل برداشت نہیں سمجھا' نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے' ابتداء میں ان کے پاس کوئی اسلحہ نہ افرادی قوت' ان کے پیش نظر صرف اتنی بات تھی کہ وہ مظالم ڈھانے والوں اور افراتفری مچانے والوں کے سامنے ہاتھ جوڑیں گے' ان کی خوشامد کریں گے' تاکہ وہ اپنی قبیح حرکتوں سے باز آجائیں .... لیکن رب کریم نے ان کے ہاتھوں میں طاقت اور زبان میں تاثیر پیدا فرمائی اور دیکھتے ہی دیکھتے' تمام رکاوٹیں پیوند خاک ہوتی چلی گئیں' لوگوں نے اپنا اسلحہ لا لاکر ان کے حوالہ کیا' اس طرح طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں مثالی امن و امان اور نظم و ضبط قائم ہوا' رات کے اندھیرے میں کوئی مسافر' میلوں سونا اچھالتا جائے لیکن اس پر غلط نگاہ اٹھاکر دیکھنے والا کوئی نہیں' اب کوئی عورت' تنہا سفر کرنے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتی' زمام اقتدار سنبھالنے والوں میں کروفر بالکل ناپید ہے' لباس' پوشاک' رہن' سہن اور طرز معاشرت میں انہوں نے سادگی اور بے تکلفی کی وہ نرالی مثالیں قائم کیں' جن سے بے ساختہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے' تواضع و للھیت میں انہوں نے وہ قابل رشک نمونے پیش کئے' جو بلاشبہ صحابہ کرام کے دور کو یاد دلاتے ہیں' معروف کالم نگار' جناب عرفان صدیقی کے سفر نامہ "طالبان کا افغانستان" سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"...............یہ گورنر صاحب کا سیکریٹریٹ ہے' بے رنگ و آب دیواریں' تنگ دروازے' نیم جھروکے' شیشوں سے بے نیاز کھڑکیاں' معذور میزیں' تنگ پا کرسیاں' ہم اس بے سروسامانی کو دیکھ کر اپنے میزبانوں سے کوئی سوال پوچھ نہ پائے' بس دیکھتے رہ گئے۔ ساری عمارت ہمارے ہاں کی کسی نیشنلائزڈ مڈل اسکول کا نقشہ پیش کررہی تھی۔ سرخ وردیوں میں ملبوس چاق و چوبند اہلکار' سیاہ گھوڑوں پر بیٹھے اونچے طروں والے نیزہ بردار اور آبنوس دروازے کے دائیں بائیں کھڑے چوبدار' کچھ بھی نہ تھا۔ گاؤں کے اسکول کے ہیڈ ماسٹر جیسے ایک کمرے کے بارے میں بتایا گیا کہ "یہ گورنر صاحب کا دفتر ہے" گورنر صاحب اب بھی اسی گھر میں رہتے ہیں' جس میں وہ بیت المال کے ایک اہلکار کی حیثیت سے رہتے تھے' ہم زیادہ دیر یہاں نہ ٹھہر سکے' دھوپ خاصی تیز تھی' گاڑیاں گورنر صاحب کے سیکریٹریٹ سے سڑک پر آئیں تو ہم نے فٹ پاتھ پر ایک معذور شخص کو لاٹھی ٹیکتے آہستہ آہستہ چلتے دیکھا۔ اوئے یہ تو ملا محمد حسن رحمانی ہیں قندھار کے گورنر' گاڑیاں رک گئیں اور وہ کسی ایک گاڑی میں بیٹھ گئے۔ میں نے ڈرائیور سے پوچھا "گورنر صاحب پیدل کیوں چل رہے تھے" وہ بولا ـــــ ان کے پاس یہی ایک گاڑی ہے جو آج کل آپ کے زیر استعمال ہے" ـــــ گورنر قندھار کی گاڑی ہمارے استعمال میں تھی اور وہ خود پیدل سفر کررہے تھے' ـــ" میں دیر تک ملا محمد حسن رحمانی اور سردار محمد عارف نکئی کا موازنہ کرتا رہا اور آخر کار یہ سوچ کر سر جھٹک دیا کہ کہاں تصوراتی آسائشوں سے آراستہ جدید ترین گاڑی میں جلوہ فگن شخص اور کہاں قندھار کی گرد آلود سہ پہر میں ادھڑی فٹ پاتھ پر لاٹھی ٹیکتا مولوی۔ دونوں رئیسان ولایت سہی' لیکن جاہ و جلال اور فقر و غنا کے معیارات اور پیمانے جدا جدا ہوتے ہیں"

ـــ امیرالمومنین ملا محمد عمر کا معمول ہے کہ وہ ہر شام اپنی اقامت گاہ سے نکلتے اور رات کو بیشتر حصہ مختلف بستیوں' شاہراہوں' پولیس چوکیوں اور عسکری مورچوں کے معائنے میں گذار دیتے ہیں۔"......... (ہفت روزہ تکبیر ۲۶ر ستمبر ۹۶ء)

طالبان کی کامیابیوں کو
نصرت الٰہی جیسے الفاظ سے ہی
تعبیر کیا جاسکتا ہے

اعمال و اخلاق اور سیرت و کردار کے یہ وہ پرخلوص اور انمٹ نقوش ہیں' جن کے ذریعہ طالبان نے افغان عوام کے دل جیت لئے اور جن کی برکات' فتح کابل کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائیں' طالبان نے جب سے اقتدار سنبھالا' افغانستان امن و سکون کا گہوارہ بنتا جارہا ہے' وہاں کے باشندوں کو اب' چین و اطمینان کی خنکی میسر آرہی ہے اور افغانستان کے افق پر خالص اسلامی حکومت کی وہ ضیاء بار کرنیں طلوع ہونے لگی ہیں' جس کے لئے امت مسلمہ مدتوں سے بیتابانہ اشتیاق سے منتظر تھی۔

"طالبان" کی تمامتر کامیابیوں کو "اللہ تعالیٰ کی تائید خاص" اور "نصرت الٰہی" جیسے الفاظ سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے' بیرونی پشت پناہی یا وسائل کی فراوانی کا اس میں کچھ دخل نہیں۔

فضائے بدر پیدا کر' فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اللہ تعالیٰ طالبان کو جادہ حق پر استقامت نصیب فرمائے ہر قسم کے فتنہ و شر سے انہیں محفوظ رکھے' اور درپیش مسائل سے نمٹنے' منڈلاتے ہوئے خطرات سے اپنی حفاظت کرنے اور ایک مثالی اسلامی ریاست قائم کرنے کی انہیں توفیق مرحمت فرمائے (آمین)

○

جب گلشن ہستی میں بہار آئی

مولانا محمد اشرف کھوکھر

جب سے لیل و نہار کی گردشیں قسام ازل نے جاری و ساری کی ہیں اس عالم آب و گل میں بہت سی بہاروں کو خزاں کے تھپیڑوں کا سامنا کرنا پڑا' وقت کے کئی نجوم جھلملائے اور ماند پڑ گئے' بہت سے ماہتاب ابھرے اور گہنا گئے کئی چراغ جلے اور طوفان شب دیجور کی نذر ہو گئے' بہت سے غنچے پھول بنے اور مرجھا گئے۔ بہار اور خزاں کا تسلسل اور خزاں کا خزاں ہونا .... آیئے ایک جھلک دیکھتے ہیں۔

خزاں .... خزاں کی چیرہ دستیوں سے کون واقف نہیں؟ باد ناموافق کے چلتے ہی سرسبز و شاداب اشجار حسن موہنی طلعت سے محروم ہو جاتے ہیں' ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں' پتے جھڑتے ہیں اور پیوند خاک ہو جاتے ہیں' گلوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں خزاں کے تھپیڑوں سے پودوں کی قوت نمو اور بالیدگی سلب ہو جاتی ہے۔ سمن و یاسمین' لالہ و نرگس' سنبل و ریحان بنفشہ و گل بھی پریشان ہو جاتے ہیں' سرو صف بندی سے' صنوبر اللہ اللہ کے ورد سے' گلزار بلبلوں کے نغمات سے جنگل موروں کی اٹھکیلیوں سے' اشجار طیور کے نغمات' صانع کی حمد و ثناء سے' ٹہنیاں گلے ملنے سے اور فضاء جگنوؤں کے ٹمٹمانے سے بھی محروم نظر آتے ہیں۔

گلشن میں بلبل کی چہک نہیں' غنچوں کی مہک نہیں' کلیوں کی چٹک نہیں اور ڈالیوں کا وجد نہیں۔ فرش خاکی طاقت و زیبائی سے محروم نظر آتا ہے' نظروں کو طراوت بخشنے والا رنگ گلستان پھیکا پڑ جاتا ہے۔ پھولوں کی نکہتیں جو مشام جان بنتی تھیں رک جاتی ہیں اور عنادل کے پرسکون نغمات روح افزا خاموش ہو جاتے ہیں' غزال ختن کو دیکھو تو سکڑا سا نظر آتا ہے۔

عین اسی طرح عالم النفس میں باد سموم سے حسن عمل کے حیات بخش چشمے خشک ہو گئے' شجر زندگی کی ہر شاخ پر کھلنے والے پھول باد سموم سے مرجھا گئے تھے۔ عدالت کا باغ ویران ہو گیا تھا اور خدا کے کلمہ حق و صداقت کا شجرہ طیبہ دنیا کے ہر گوشے اور ہر خطہ میں بے برگ و بار نظر آنے لگا تھا۔ کرہ ارض پر جوہر انسانیت کی سربلندی اور شادابی کوسوں دور دکھائی دیتی تھی۔ پوری کائنات انسانی پر ظلم و بربریت کا گھٹاٹوپ اندھیرا ـ ہر سمت انسانی دنیا میں درندگی اور بہیمیت کا شباب........ "انسانی وقار آزادی ضمیر' عزت نفس' شرم و حیاء اور تمام اخلاق حسنہ نیست و نابود........ ہر طرف کثافتیں اور کدورتیں' ظلم و ناانصافی' مخاصمت و معاندت' مسابقت و مخالفت' پریشانی و سراسیمگی اور خوف و ہراس کی گھٹائیں فضائے انسان کو محیط کئے ہوئے تھیں۔ قرطاس گیتی پر تنازعات' مناقشات...... دنگا فساد' فتنہ و شر کی قوتیں' بدکاری و بے حیائی' فحاشی و زناکاری' قتل و غارت گری مشغلہ و معمول' زن' زر' زمین کے سارے جھگڑے بام عروج پر تھے۔ آگ پہنچی' کہیں خود تراشیدہ بت پرستی "انسانیت" مغضوب و معتوب' مظلوم و بے حس تھی' اخلاقی انحطاط' جور و ستم اور ظلم و استبداد کے پنجرے میں مقید تھی۔ شب جہالت کی تاریکی میں اس پنجرے سے کشاکش رہائی کی تگ و دو میں آہنی سلاخوں سے جسم زخموں سے چور دل فگار اپنی بے کسی کا رونا روتی۔ کوئی مونس و غمخوار نہ تھا' کوئی درد آشنا نہ تھا جس سے دل کا دکھڑا کہہ کر اپنی بھڑاس نکال سکے۔

دنیا بداعمالیوں سے ظلمت کدہ ــــ کفر عصیاں کی بجلیاں آسمان پر' نیکی نفس کی طغیانیوں میں گھری ہوئی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ کہیں روشنی کی کرن پھوٹے اور اسے سلامتی کی راہ مل جائے ــــ کفر کی شب دیجور میں اب "انسانیت" انتہائی عجز و انکساری سے اللہ رب العزت کے حضور زبان حال کے لئے مصروف دعا ہو گئی۔ اے نور و ظلمت کے پروردگار! میں غریب اس پر ہول اندھیرے میں قفس میں قید کب تک رہوں گی۔ ــــ اے آقا اپنے کرم سے اس نور کا ظہور فرما کر جو ظلمت کدہ دہر کو نور ہدایت سے منور کر دے' جو بے بصر و بے بصیرت کو ہدایت سے نواز دے۔

خالق ارض و سما نے مجبور و بے بس "انسانیت" کی آہ و زاری سنی' دعا قبول ہو گئی۔

یکایک غیرت حق' رحمت رب العزت کے بحر بیکراں میں بندہ نوازی کی موجیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ انسانیت کو ضلالت و نامرادی ارادہ فرمایا بہار کا موسم آیا........ ہے ــــ نہ سردی ہے نہ گرمی .... بلبل چہک رہی ہے غنچے مسکرا رہے ہیں۔ کلیاں چٹک چٹک کر' یا مصور یا مصور کہہ رہی ہیں' گل مہک مہک کر دماغوں کو معطر کر رہے ہیں قبل اس کے کہ سحر ہو شبنم نے پھولوں کی پنکھڑیوں پر ننھے ننھے خوبصورت موتی جڑ دیئے ہیں' سارا گلشن خوشبو سے مہک رہا ہے۔ ڈالیاں جھوم رہی ہیں۔ بہار آئی ہے؟ ہاں بہار آئی ہے

......زندگی میں بہار آئی ......ربیع الاول نور و نکہت کا موسم آیا' حسن نے چشم زدن میں زمانے کے خزاں رسیدہ ماحول کو رشک ارم بنادیا۔

اس انداز سے بہار آئی
کہ ہوئے مہر و ماہ تماشائی

شب جہالت کا دورہ ختم ہوچکا' آخر وہ روز سعید اور مبارک گھڑی آپہنچی جس کے انتظار میں زمیں و فلک کا ذرہ ذرہ بے قرار تھا۔

شب تاریک سے کہہ دو کہ ٹھکانا کرلے
ہم اٹھائے ہوئے سورج کا علم آئے ہیں

ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے ریگستان عرب کو سرد کردیا' صبح صادق کی آمد نے رات کی سیاہی سمیٹ کر نور کی چادر ہر سمت پھیلادی' روشنی اندھیرے پر غالب آئی' صبا اٹھکیلیوں میں مصروف ہوگئی اور سرسبز درختوں کی ہری بھری شاخیں فرط مسرت سے جھوم جھوم کر آپس میں گلے ملنے لگیں۔ عروس کائنات کی مانگ موتیوں سے بھرگئی اس کے جسم پر چاندی کا نورانی لباس ہے' زمردیں دشت لہلہاتے سبزہ زاروں کی شکل میں حد نگاہ تک بچھے ہوئے ہیں۔

بادصبا صلو علیہ والہ کے ترانے سنانے لگی' شفاف چشموں کی پر سکون سطحوں پر "انک لعلی خلق عظیم" کے موتی تیرنے لگے' آبشاروں کے شور میں "ورفعنا لک ذکرک" کے نغمے گونجنے لگے' پرندے "وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین" کے علم لئے اڑے۔ "من کل امر سلام" کی سیٹیاں بجیں۔ درود و سلام کی آواز بلندی ہوئی آمنہ کے لال' عبداللہ کے در یتیم عبدالمطلب کے گھر دار ابن یوسف پر ضوفشانی کی اور خاصہ کائنات محبوب کبریا خاتم الانبیاء و المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سرزمین حجاز' ناف زمین کے مکہ مکرمہ میں ۹ یا ۱۲ ربیع الاول بروز ۵۷۱ء عیسوی کو قدوم میمنت لزوم کے اعزاز سے کائنات بقعہ نور بنایا۔ اللہ رب العزت کے محبوب دوعالم کے ممدوح سرزمین گیتی پر آیت نور کیفسیر بن کر جلوہ گر ہوئے' انسانیت کے محسن' صداقت کے پیامی' امن و اخلاق کے داعی' جو دوسخا کے پیکر' عفت و حیاء کے دلدادہ' حلم و مروت کے خوگر' سراپا رحمت و رافت ......الغرض جملہ کمالات و حسنات سے مزین ہوکر تشریف لائے۔ سارے عالم کو دنیا کے تمام باطل کے آستانوں سے ہٹ کر صرف وحدہ لا شریک کی بارگاہ میں جھکانے کے لئے خاتم الانبیاء' خاتم الرسل بن کر ظلمت کدہ ہستی میں وہ آئے جن کے آنے کی انسانیت کو ضرورت تھی' زمانے کو انتظار تھا۔

خدا کی خلق منتظر تھی دلوں میں اشتیاق تھا پیدا
ازل سے آنکھیں ترس رہی تھیں وہ کنز مخفی دکھائی دیتا

جان جہاں تشریف لائے تو بھولی بھٹکی انسانیت کو دارین کی فوز و فلاح کی راہ ملی۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اور وہ تشریف لائے۔

زمانہ رہتی دنیا تک سنائے گا زمانے کو
درود ان کا کلام ان کا پیام ان کا قیام ان کا

مقصد کائنات ﷺ کی تشریف آوری کو قلم و قرطاس کی زباں سے کیسے بیان کروں کہ جن کی آمد پر فلک نے انتہائی عجز سے جھک کر زمیں کو مبارکباد دی کہ تیرے بخت نے یاوری کی اور تیرے خوش نصیب ذروں کو اس ذات اقدس و اعظم نور مجسم کی پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی جو عالم موجودات کے سلسلہ ارتقاء کی آخری کڑی ہے جس سے شرف انسانیت کی تکمیل ہوگئی' جو بفضل تعالیٰ علم و فضل' حکمت و بصیرت کے اس افق اعلیٰ پر جلوہ فرما ہے۔ جہاں عقل و "عشق" ناسوت و لاہوت دو قوسین کی طرح آپس میں ملتے ہیں۔ جو دانش روحانی اور حکمت ربانی کے اس مقام بلند پر فائز ہے جہاں غیب و شہود کی وادیاں دامن نگاہ سمیٹ کر رہ جاتی ہیں۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہ قرآن وہی فرقاں' وہی یاسین وہی طٰہٰ

اور

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

خاصہ کائنات محبوب کبریا ﷺ نے ایک ایسا پیغام دیا جس نے زمین بوس انسانیت کو عروج ثریا تک پہنچادیا' جن سعید روحوں نے پیغام ربانی پر لبیک کہا ان کو خلافت الٰہیہ عطا ہوئی' قیصر و کسریٰ کے تاج ان کے قدموں پر نچھاور ہوئے اور جب تک آفتاب عالمتاب طلوع و غروب ہوتا رہے گا دنیا اس یتیم مکہ کے زمزمے گاتی رہے گی جنہوں نے شتربانوں کو جہاں بانی کے گر سکھلائے کہ وہ قلیل مدت کے اندر نصف کرہ ارض کے حکمران بن گئے۔ امی ہونے کے باوجود اپنے متبعین کو علم و معرفت کے دریا بہادیئے' ان کو وہ رموز بتائے کہ وہ محفل علوم کے صدر کہلائے اور تمام دنیا نے ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے۔

جھکادیں گردنیں فرط ادب سے کج کلاہوں نے
زباں پر جب عرب کے ساربان زادوں کا نام آیا

مقصود کائنات رسول آخرین ﷺ کی شان رحمت للعالمین نے سیاہ و سفید' صغر و احمر' عربی و عجمی کو اپنی آغوش میں پناہ دی جس کی رافت و عطوفت کا گہربار تمام دنیا پر برسا اور جس کے نور ہدایت سے دنیا کا ہر چھوٹا بڑا رہتی دنیا تک فیض یاب ہوتا رہے گا۔

نفس نفس پہ برکتیں قدم قدم پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

قربان جاؤں آفتاب نبوت' مہتاب رسالت'

پیکر تسلیم و رضا' محرم اسرار حراء' شاہ دین حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کے جو زہد و قناعت' رشد و ہدایت' رافت و رحمت' صدق و دیانت' سخاوت و شجاعت' صبر و استقامت' شفقت و محبت' مہمان نوازی و خدمت' ایثار و مروت' تقویٰ و طہارت' خوش خلقی و اخوت اور صداقت و شرافت کے پیکر .... آپ ﷺ میں علم و سخاوت ابراہیم" صدق اسماعیل" شکر داؤد" و سلیمان" صبر ایوب" حسن یوسف" معجزات موسیٰ" مناجات ذکریا" دم عیسیٰ" سبھی یکجا تھے' اور اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ہر دور میں قبل از ولادت و بعثت سرور کونین ﷺ رب العزت نے انسانیت کی فوز و فلاح کے لئے قدسی نفوس انبیاء علیہم السلام کو وقتاً" فوقتاً" بھیجا۔ جنہوں نے بھولی بھٹکی انسانیت کو راہ ہدی دکھائی۔ اور آخر سردار انبیاء حضرت محمد ﷺ کو تا قیامت جن و انس اور پوری کائنات کا نبی و رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ وہ موتی تھے' یہ مالا تھی' وہ پتیاں تھیں یہ پھول تھا' وہ ذرے تھے' یہ چٹان تھی' وہ قطرے تھے یہ سمندر تھا' وہ ستارے تھے یہ کہکشاں تھی' وہ افراد تھے یہ ملت تھی' وہ نقطے تھے یہ خط مستقیم تھا' وہ ابتداء تھی یہ انتہا تھا۔

؎

وہ راز خلقت ہستی وہ معنی کونین
وہ جان حسن ازل وہ بہار صبح وجود

اے خوابیدہ مسلم امیرے' آپ کے اور پوری کائنات کے آقا ﷺ جس بہار کو لائے تھے آج ہر طاغوتی قوت کا پنجہ اس بہار کو خزاں میں بدلنے کے درپے ہے' وقت کے ہرباکو اور چنگیز کی تمام تر توانائیاں' خلاصہ کائنات' حسن کائنات' زینت کائنات ﷺ کے نام لیواؤں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرنے کے لئے صرف کی جا رہی ہیں۔ آج فلسطین' کشمیر' بوسنیا اور چیچنیا کے مظلوم مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں' آج قوم مسلم کی کتنی ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں کی عصمتیں پامال کی جا رہی ہیں۔ کتنے معصوم پھول جیسے بچوں کی چیخ و پکار تجھے مدد کے لئے بلا رہی ہے۔!!!!

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

اے محمد عربی ﷺ سے محبت کے دعویدارو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یورپ نے ایک سنگین سازش کے تحت تمہیں اپنے آباء اجداد سے ملنے والی میراث "محبت نبوی" (ﷺ) سے تہی دامن کرنے کے لئے یلغار کر رکھی ہے۔ محسن ﷺ انسانیت سید الکائنات کی ذات اقدس پر ظالمانہ تنقید ہو رہی ہے' فخر موجودات ﷺ کے اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہذیان بکا جا رہا ہے۔ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر کیچڑ اچھالا جا رہا ہے' آپ ﷺ کے منصب نبوت پر ہرزہ سرائی کی جا رہی ہے' اس طاغوتی

اندرون سندھ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے سدباب کے لئے
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم کے زیر اہتمام

"ختم نبوت کانفرنس"

یکم نومبر بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب
جامع مسجد ختم نبوت ٹنڈو آدم

زیر صدارت ۔ شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت اقدس مولانا **خان محمد** صاحب دامت برکاتہم العالی

مہمان خصوصی ۔ مرشد العلماء حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ العالی

مہمان مقررین : حضرت مولانا عزیز الرحمان جالندھری مدظلہ (مرکزی ناظم اعلیٰ)' حضرت مولانا اللہ وسایا (مرکزی ناظم تبلیغ)' ڈاکٹر خالد محمود سومرو (سیکریٹری جنرل جمعیت علماء اسلام)' مولانا عبدالغفور قاسمی (نائب صدر جمعیت علماء اسلام)

حضرت مولانا احمد میاں حمادی' حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی' حضرت مولانا حفیظ الرحمانی' حضرت مولانا محمد نذر عثمانی' حضرت مولانا راشد مدنی' حضرت مولانا محمد اشرف کھوکھر خطاب فرمائیں گے۔

تمام مسلمانوں سے شرکت کی درخواست ہے
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' ٹنڈو آدم

سلسلے میں بہت سے قلم' بہت سی زبانیں اور بہت سا پیسہ متحرک ہے۔ بین الاقوامی پریس اور ٹیلی ویژن کے ذریعے زبردست پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ یورپ یہ سب کچھ کیوں کررہا ہے ...... بہار کو خزاں میں بدلنے کے لئے' یہ سب کیوں ہورہا ہے اس کے محرکات کیا ہے؟ اس کی صرف ایک وجہ ہے

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

خاصہ کائنات محبوب کبریا ﷺ کے لائے ہوئے آخری پیغام سے آخر اتنی غفلت کیوں؟ خاصہ کائنات ...... حسن کائنات ...... زینت کائنات ...... جن کے چہرے سے سورج کو ضیاء ملتی ہے جن کے رخساروں کی دمک سے چاند چاندنی حاصل کرتا ہے۔ جن آنکھوں کی چمک سے ستارے جگمگانا سیکھتے ہیں۔ جن کے دانتوں کی تنویر سے جواہرات چمکنے کا ہنر جانتے ہیں .... جن کے لبوں کی نزاکت سے غنچے چٹکنا سیکھتے ہیں' جن کی پیشانی کے نور سے انسانیت کو راستے ملتے ہیں ....جن کے قد زیبا سے سرو اپنے قد کی رعنائی حاصل کرتا ہے........ جن کے سانسوں کی مہک سے مشک و عنبر خوشبو پاتے ہیں .... جن کی زلفوں کی لٹک سے کائنات بنا سنورنا سیکھتی ہے .... جن کی آنکھوں کی حیاء سے کلیاں شرمانا سیکھتی ہیں ...... جن کی مسکراہٹ سے قوس قزح رنگ بکھیرنے کا گر جانتی ہے ...... جن کی چال سے مست خرام ندیاں چلنے سے آشنا ہوتی ہیں .... جن کی گفتگو سے بلبل نغمے سیکھتی ہے .... جن کی آنکھوں کی سیاہی سے کالی گھٹاؤں کو حسن ملتا ہے ...... جن کی آنکھوں کی سفیدی سے دن کو اجالا ملتا ہے .... جن کی پلکوں کی دل آویز حرکت سے نجوم جھلملانا سیکھتے ہیں ..... جن ابروئے خمدار کو دیکھ کر ہلال اپنی صورت تراشتا ہے...... جن کے جلال سے بجلیاں کڑکنا اور جن کے جمال سے باد نسیم چلنا جانتی ہے .... جن کی گفتگو کے الفاظ سے ہدایت کے چراغ جلتے ہیں اور جن کے قدموں کے نشان سے "انسانیت" کو منزل کا سراغ ملتا ہے۔

اے خوابیدہ امت رسول آخرین ﷺ! اتنے عظیم پیغمبر کی امت ہونے کے باوجود آج انتشار و افتراق کی آندھیوں کے دوش پر وادی تیہ میں سرگرداں ہے! آخر کیوں؟

خدارا! اپنے حال پر رحم کیجئے' گلشن ہستی کے مالی تمہیں ہو اے مسلمانو! جس گلشن میں بہار آئی اس کو خزاں سے بچانے کے لئے برسرپیکار ہوجاؤ ......ورنہ۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
صدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

آخر میں بس اتنا ضرور کہوں گا۔

کہکشاں پہ ڈال دے بڑھ کر ارادوں کی کمند
پھر زمانے کو دکھادے زور بازو ایک بار اور
اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے دل جلا کے سرعام رکھ دیا ہے

○

بقیہ: قادیانی مقدمہ

زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بےخبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسٰی کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گزر گئے۔ تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔"

(اعجاز احمدی ص ۷' خزائن ص ۱۱۳ ج ۱۹)

انصاف فرمایا جائے کہ مدعا علیہ مجددیت' ماموریت اور ملہمیت کے بلند بانگ دعوے بھی کرتا ہے' اور ساتھ ہی اپنی غباوت اور سادگی کا بھی اقرار کرتا ہے کہ اسے بارہ برس تک یہی پتہ نہیں چلا کہ خدا نے اسے مسیح موعود بنادیا ہے۔

اور یہ بھی عجیب ماجرا ہے کہ ایک طرف خدا مدعا علیہ پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ تو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی میں شامل ہے' یعنی حضرت مسیح علیہ السلام اس پیش گوئی کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہیں' اور تو روحانی اور معقولی طور پر اس کا مورد ہے۔ اور دوسری طرف وہی خدا مدعا علیہ سے کہتا ہے کہ:

"تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے' اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ"

یہ ایک ایسا تناقض ہے جو کسی مخبوط الحواس یا منافق ہی کے قلم سے سرزد ہو سکتا ہے۔

جاری ہے

بقیہ: حسین احمد مدنیؒ

پہلے حسین احمدؒ نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اور انتہائی محبت و شفقت سے فرمایا کہ حسین احمدؒ کا سر آپ کے سروں سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ آخر کار مخالفین نے روشنی کے قمقموں کو پتھروں کا نشانہ بنایا اور فضاء تاریک ہوگئی اور اپنے خیال میں جلسہ کو ناکام بنادیا۔ اس کے بعد جلسہ برخاست کیا گیا حضرت اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ اور قبل اس کے کہ بریلی سے واپس ہوں آپ کی جانب سے ایک پمفلٹ شائع ہوکر تقسیم ہوا جو دعاؤں اور نصیحتوں سے پر تھا جس کا مضمون اس شعر پر ختم ہوا تھا۔

مراد ما نصیحت بود و گفتیم
حوالت باخدا کردیم و رفتیم

(باقی آئندہ)

گزشتہ سے پیوستہ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مرزا غلام احمد قادیانی کا مقدمہ

اہلِ عقل و اِنصاف کی عدالت میں

باب چہارم

سابقہ عقیدہ کے بارے میں مدعا علیہ کی عذر تراشیاں

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں "حیات مسیح" کا عقیدہ درج کیا تھا۔ لیکن ۱۸۹۱ء میں وہ اپنے اس عقیدہ سے منحرف ہوگیا اور اس کی جگہ یہ عقیدہ تراش لیا کہ مسیح ابن مریم مرگیا ہے اور اس کی جگہ میں مسیح بن کر آیا ہوں۔ اس پر یہ سوال ہوا کہ پھر تو نے پہلے "حیات مسیح" کا عقیدہ کیوں لکھا تھا۔ اس کے جواب میں اس نے جو اعذار پیش کئے وہ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ معزز عدالت ان اعذار کو میزان عقل میں تول کر دیکھے کہ مدعا علیہ کے یہ عذر کہاں تک سچائی پر مبنی ہیں؟

پہلا عذر: میں نے رسمی عقیدہ لکھا تھا

مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بار بار لکھا ہے کہ چونکہ عام مسلمانوں کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اس لئے میں نے بھی براہین میں رسمی عقیدہ لکھ دیا تھا۔

چنانچہ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھتا ہے:

"میں نے براہین میں جو کچھ مسیح بن مریم کے دوبارہ آنے کا ذکر لکھا ہے وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں' سو اسی ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے براہین میں لکھ دیا تھا کہ ...... جب مسیح بن مریم آئے گا تو اس کی ظاہری اور جسمانی دونوں طور پر خلافت ہوگی۔"

(ازالہ اوہام ص ۱۹۷' ۱۹۸۔ خزائن ص ۱۹۶ ج ۳)

مدعا علیہ اپنی کتابوں میں بار بار لکھتا ہے کہ میں نے براہین میں رسمی عقیدہ لکھا تھا' لیکن ارباب عقل و انصاف درج ذیل امور پر غور کرکے فیصلہ فرمائیں کہ اس کا یہ عذر اس کی بریت ظاہر کرتا ہے' یا اس کے جرم کو مزید سنگین کر دیتا ہے:

اول: مدعا علیہ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے بڑے فضائل و مناقب بیان کئے تھے۔

مثلاً:

○ "....اول اس کتاب میں فائدہ یہ ہے کہ یہ کتاب مہمات دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں' بلکہ وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں' اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں۔ اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کو ضروریات دین پر احاطہ ہو جائے گا' اور کسی مغوی یا بہکانے والے کے پیچ میں نہیں آئیں گے' بلکہ دوسروں کو وعظ اور نصیحت اور ہدایت کرنے کے لئے ایک کامل استاذ اور ایک عیار رہبر بن جائیں گے۔"

(براہین احمدیہ ص ۱۳۶)

○ "....پانچواں اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ اس کو پڑھنے سے حقائق اور معارف کلام ربانی کے معلوم ہو جائیں گے۔ ....اور وہ تمام کامل صداقتیں جو اس میں دکھائی ہیں وہ سب آیات بینات قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں....پس حقیقت میں یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ کو ظاہر کرنے کے لئے ایک عالی شان تفسیر ہے۔"

(ص ۱۳۷)

○ "اس احقر نے ..... جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے؟ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے "قطبی" رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اشتہاری کتاب (براہین احمدیہ) کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے جو قطب ستارہ کی

طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔ جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپے کا اشتہار دیا گیا ہے۔" (براہین احمدیہ ص ۲۴۸)

○ براہین احمدیہ کے آخر میں ایک اشتہار "ہم اور ہماری کتاب" کے عنوان سے درج ہے جس میں مدعا علیہ لکھتا ہے:

" یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے "انی انا ربک" کی آواز آئی' اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً" و باطناً" حضرت رب العالمین ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ص ۵۶ ج ۱)

مدعا علیہ کے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے بارے میں ان بلند بانگ دعووں پر نظر کی جائے اور پھر انصاف کیا جائے اگر یہ کتاب واقعی ان صفات کی حامل تھی تو اس میں غلط' اور گمراہ کن عقائد کیسے درج کر دیے گئے؟ معلوم ہوا کہ مدعا علیہ نے یہ عقیدہ محض رسمی طور پر نہیں لکھا تھا' بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں پورے شرح صدر کے ساتھ لکھا تھا۔

دوم: مدعا علیہ کا یہ عذر اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ اس نے بزعم خود یہ کتاب ملہم و مجدد ہونے کی حیثیت سے لکھی تھی' جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ اسے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح "انی انا ربک" کے خطاب وحی سے نوازا گیا' جو در حقیقت نبوت کا دعویٰ ہے۔

علاوہ ازیں ایک دوسرے اشتہار میں مدعا علیہ لکھتا ہے:

"کتاب براہین احمدیہ' جس کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے مولف نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے۔ جس کے ساتھ دس ہزار روپے کا اشتہار ہے' .....اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۳ ج اول مطبوعہ لندن)

اور مدعا علیہ نے اس کتاب میں اپنے بہت سے الہام بھی درج کیے تھے' جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو ملہم من اللہ سمجھتا تھا' الغرض مدعا علیہ کے دعویٰ کے مطابق وہ براہین احمدیہ کی تالیف کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور اور ملہم من اللہ تھا' اور اس نے مجدد وقت کی حیثیت سے یہ کتاب اصلاح و تجدید دین کے لئے لکھی تھی۔ اور جو شخص ملہم و مجدد ہو اس کے بارے میں مدعا علیہ کی رائے یہ ہے

○ "... وہ اس قدر جبعاً" مرضات الہیہ میں فنا ہو جاتا ہے کہ خدا میں ہو کر بولتا ہے' اور خدا میں ہو کر دیکھتا ہے' اور خدا میں ہو کر سنتا ہے' اور خدا میں ہو کر چلتا ہے' گویا اس کے جبہ میں خدا ہی ہوتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۲۳۔ خزائن ص ۲۵ ج ۲۲)

○ "... وہ اپنی نفسانی حیات سے مر کر خدا تعالیٰ کی ذات کا مظہر اتم ہو جاتے ہیں۔ اور ظلی طور پر خدا تعالیٰ ان کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔"

(ایضاً ص ۲۴۔ خزائن ص ۲۶)

○ "... خدا ان پر نازل ہوتا ہے' اور خدا کا عرش ان کا دل ہو جاتا ہے۔"

(ایضاً" ۵۴۔ خزائن ۵۶)

○ "... خدا کے کلام کے متعلق وہ معارف صحیحہ (ان کو) سوجھتے ہیں جو دوسروں کو نہیں سوجھ سکتے۔ کیونکہ وہ روح القدس سے مدد پاتے ہیں۔"

(ایضاً" ص ۵۰۔ خزائن ص ۵۲)

○ "...اور بباعث نہایت درجہ فنا فی اللہ ہونے کے اس کی زبان ہر وقت خدا کی زبان ہوتی ہے۔ اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور اگرچہ اس کو خاص طور پر الہام بھی نہ ہو تب بھی جو کچھ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے نہیں۔ بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۶۔ خزائن ص ۱۸ ج ۲۲)

○ "... اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربہ سے یہ معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلافصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے۔ اور وہ بغیر روح القدس اور اس کی تاثیر قدسیت کے ایک دم بھی اپنے تئیں ناپاکی سے نہیں بچا سکتا۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۹۳۔ خزائن ۹۳ ج ۵)

اس قسم کے تعلّی آمیز دعوے مدعا علیہ کے کلام میں بہت زیادہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب مدعا علیہ ملہم و مجدد تھا۔ اور جب ملہم کی یہ صفات ہیں تو یہ گمراہ کن عقیدہ رسمی طور پر اس نے براہین میں کیسے درج کر دیا؟ اب یا تو یہ کہا جائے کہ اس کا ملہمیت و مجددیت کا دعویٰ غلط ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ ملہم کی یہ مبالغہ آمیز صفات جو درجہ عصمت سے اٹھا کر اسے درجہ خدائی تک پہنچاتی ہیں' بالکل غلط ہیں۔ یا یہ تسلیم کیا جائے کہ اس نے جو عقیدہ براہین میں لکھا تھا وہ عقیدہ صحیح تھا' من جانب اللہ تھا۔ کیونکہ مدعا علیہ کے بقول:

"اگرچہ خاص طور پر اس کو الہام بھی نہ ہو تب بھی جو کچھ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔"

بہر حال اس کا یہ عذر کرنا کہ میں نے یہ عقیدہ رسمی طور پر لکھا تھا قطعاً" غلط اور جھوٹ ہے۔ اور اس کے ملہمیت و مجددیت کے دعووں پر پانی پھیر دیتا ہے۔

مدعا علیہ نے اپنی کتاب "اعجاز احمدی" میں اس سلسلہ میں کئی عذر پیش کئے ہیں' اور بڑی دل چسپ باتیں لکھی ہیں' ذیل میں ایک ایک عذر کو نقل کر کے اس کا تجزیہ کرتا ہوں:

دوسرا عذر: کہاں لکھا ہے کہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں؟

باب اول میں گزر چکا ہے کہ مدعا علیہ نے براہین احمدیہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ قرآن کریم' حدیث نبوی' اور خود اپنے الہامات کے حوالے سے لکھا تھا۔ لیکن "اعجاز احمدی" میں لکھتا ہے:

"اس وقت کے نادان مخالف بدبختی کی طرف ہی دوڑتے ہیں اور شقاوت سر پر سوار ہے باز نہیں آتے کیا کیا اعتراض بنا رکھے ہیں مثلاً" کہتے ہیں کہ مسیح موعود کا دعویٰ کرنے سے پہلے براہین احمدیہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا اقرار موجود ہے۔ اے نادانو! اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے ہو؟ اس اقرار میں کہاں لکھا ہے کہ یہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں اور مجھے کب اس بات کا دعویٰ ہے کہ میں عالم الغیب ہوں۔"

(اعجاز احمدی ص ۶۔ خزائن ص ۸ ج ۱۷)

مدعا علیہ سے دریافت کیا جائے کہ کیا قرآن کریم کی وہ آیت جس کے حوالے سے تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ درج کیا تھا کیا تو اس کو "وحی الٰہی" نہیں سمجھتا؟ اور براہین کے صفحہ ۵۰۵ پر اپنے الہام کے حوالے سے تو نے یہ عقیدہ درج کیا تھا' کیا وہ تیرے نزدیک وحی الٰہی نہیں تھی؟ اور صفحہ ۴۹۸ پر تو نے جب لکھا تھا کہ "لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے۔" تو یہ انکشاف خدا کی طرف سے تھا۔ یا شیطان کی طرف سے؟

الغرض اگر مدعا علیہ قرآن کریم کو اور اپنے کشف و الہام کو وحی الٰہی سمجھتا ہے تو یہاں انکار کرنا خالص جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

تیسرا عذر: میں نے کب کہا کہ میں عالم الغیب ہوں؟

رہا تیرا یہ کہنا کہ:

"اور مجھے کب اس بات کا دعویٰ ہے کہ میں عالم الغیب ہوں۔"

اولاً" کیا صرف اسی شخص کا عقیدہ صحیح ہونا چاہئے جو عالم الغیب ہو؟ نہیں! بلکہ ہر مسلمان کا عقیدہ صحیح ہونا چاہئے۔ خصوصاً" جو شخص مجددیت کا مدعی ہو اس کا عقیدہ صحیح ہونا ضروری ہے' اگر تو مجدد وقت تھا تو نے غلط عقیدہ لکھ کر دنیا کو گمراہ کیوں کیا؟

ثانیاً": اگرچہ تو نے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا' لیکن تو نے یہ دعویٰ ضرور کیا تھا کہ ظلی طور پر خدا تیرے اندر داخل ہو گیا ہے' اور تیرے جسم میں خدا ہی ہے۔ اور تجھے "آواہن" کا بھی الہام ہوا تھا۔ یعنی "خدا تیرے اندر اتر آیا۔" اس کے باوجود یہ عذر کرنا کہ میں "عالم الغیب" نہیں تھا" کس قدر لائق شرم عذر ہے۔

چوتھا عذر: کمال سادگی

مدعا علیہ نے اپنی سادگی کو بھی عذر قرار دیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"جب تک خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہو گیا ہے۔ تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے۔ اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے۔ جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدہ سے باز آگیا۔ میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل پر محیط ہو گیا اور مجھے نور سے بھر دیا اور اس رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا حالانکہ اسی براہین میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا تھا اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی کسر صلیب کرے گا۔ اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ هوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله تاہم یہ الہام جو براہین احمدیہ میں کھلے کھلے طور پر درج تھا خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی وجہ سے باوجودیکہ میں براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھہرایا گیا تھا۔ مگر پھر بھی میں نے بوجہ اس ذہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ پس میری کمال سادگی اور ذہول پر یہ دلیل ہے کہ وحی الٰہی مندرجہ براہین احمدیہ تو مجھے مسیح موعود بناتی تھی مگر میں نے اس رسمی عقیدہ کو براہین میں لکھ دیا۔ میں خود تعجب کرتا ہوں کہ میں نے باوجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین احمدیہ میں مجھے مسیح موعود بناتی تھی کیونکر اسی کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھ دیا۔

پھر میں قریباً" بارہ برس تک جو ایک

باقی صفحہ ۱۸ پر

ترتیب: طاہر بن کامل
عثمانیہ کالونی ڈی آئی خان

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ

واقعات کے آئینے میں

سب کو معاف کرچکا ہوں: بنگال کے سفر میں ایک جگہ لوگ حضرت کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے۔ اور اخبارات میں اس کا چرچا ہوا۔ تو چوہدری مقبول الرحمان خان سیوہاروی نے ان لوگوں کی ہجو میں ایک نظم لکھی۔ اور ان کے لئے کچھ بددعائیں بھی دیں۔ قاضی ظہور الحسن صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے مشورہ لیا غرض اس کو صاف کرکے بجنور کے مشہور اخبار "مدنیہ" کو برائے اشاعت بھیج دیا۔ جب وہ شائع نہ ہوئی تو مولوی مجید حسن مالک اخبار کو بطور شکایت خط لکھا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ جب وہ نظم یہاں پہنچی تو حضرت دفتر میں تشریف فرما تھے۔ ان کو علم ہوگیا تو انہوں نے سختی سے شائع کرنے سے روک دیا اگلے مہینے حضرت سیوہارہ تشریف لائے تو میں نے کہا۔ آپ نے ہماری نظم کو شائع ہونے سے کیوں روک دیا فرمایا کہ:

"میرے بھائی! میرے ساتھ جس کسی نے جو کچھ کیا ہے یا کوئی آئندہ کرے گا میں سب کو معاف کرچکا ہوں۔ آپ میری وجہ سے کسی کو برا بھلا نہ کہیں نہ کسی کے لئے بددعا کریں۔"

لا یفضل ربی ولا ینسی ۴۵ء کا ذکر ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے ساتھ مشرقی پنجاب کے ایک ریلوے اسٹیشن پر ایک مخالف مجمع نے جس کا اختلاف سیاسی نوعیت کا تھا' حضرت پر سنگ باری شروع کردی۔ مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ نے حضرتؒ کو آڑ میں لے لیا اور خود کو مجمع کے سامنے پیش کردیا۔ اب مولاناؒ پر بلا تامل پتھر برسنے لگے حتی کے ایک پتھر نازک جگہ پر آکر لگا۔ مولانا حفظ الرحمانؒ فرماتے ہیں کہ میں تہیہ کرچکا تھا کہ جب تک حفظ الرحمان کے بدن میں جان موجود ہے حضرت شیخ پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔

مفتی جمیل الرحمان صاحب نائب مفتی دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ اس سنگ باری کا ایک واقعہ یہ بھی ہے جو مجھ سے حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ نے بیان فرمایا:

"پاکستان میں ایک شخص آکر ان کو ملا۔ اور بے اختیار رونے لگا دریافت کرنے پر اس نے یہ داستان سنائی کہ وہ مشرقی پنجاب کا رہنے والا ہے اور جس مجمع نے حضرت شیخ پر سنگ باری کی تھی بدبختی سے وہ بھی اس میں موجود تھا۔ اس نے بتلایا کہ اس مظاہرے کے موقع پر شفی غیظ کے لئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ برہنہ ہوکر حضرت شیخ کے سامنے ناچنے لگا۔ واقعہ رفت گزشت ہوگیا لیکن "لا یفضل ربی ولا ینسی" کچھ عرصہ بعد جب پنجاب میں ہولناک فسادات ہوئے تو سکھوں نے اس کے ساتھ یہ طریقہ برتا کہ اس کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا اور گھر کی بہو بیٹیوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ برہنہ ہوکر اس کے اور مجمع کے سامنے ناچیں۔ اس نے کہا کہ اس وقت میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ آج کا یہ ناچ اس برہنہ ناچ کا قدرتی انتقام ہے جو حضرت مدنیؒ کی اہانت کی غرض سے میں نے کیا تھا"

وہ بریلی سے رام پور تک مجھے دباتے رہے: قاضی ظہور الحسن صاحب سیوہاروی فرماتے ہیں کہ میں نہ مولانا کا شاگرد ہوں' نہ مرید' نہ پیر بھائی۔ مجھے ان کے مجاہدانہ کارناموں کی وجہ سے ان سے عقیدت و محبت ہوگئی تھی۔ ایک مرتبہ لکھنؤ سے میری طبیعت خراب تھی۔ چادر اوڑھ کر سیٹ پر لیٹ گیا۔ بخار تھا' اعضا شکنی تھی۔ اس لئے کراہتا بھی تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کونسا اسٹیشن آیا اور کون مسافر سوار ہوا۔ بریلی کے اسٹیشن کے بعد ایک شخص نے میرے پاؤں دبانا اور کمر دبانا شروع کی۔ مجھے بہت راحت ہوئی۔ چپکا لیٹا رہا اور وہ دباتا رہا۔ مجھے پیاس لگی' پانی مانگا' تو اس نے اپنی صراحی سے ایک گلاس پانی دیا اور کہا لیجئے۔ میں نے اٹھ کر دیکھا تو مولانا مدنیؒ تھے۔ مجھے ندامت ہوئی اور معذرت کی۔ لیکن انہوں نے اس درجہ مجبور کیا کہ میں پھر لیٹ گیا اور وہ رام پور تک برابر مجھ کو دباتے رہے' پھر میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے بالاتر ہے: حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت مدنیؒ آخری حج سے تشریف لا رہے تھے تو ہم لوگ شرف زیارت کے لئے اسٹیشن پر گئے حضرت کے متوسلین میں سے ایک صاحبزادہ محمد عارف ضلع جھنگ سے دیوبند تک ساتھ گئے ان کا بیان ہے کہ لیٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی تھے جن کو ضرورت فراغت لاحق ہوئی۔ وہ رفع حاجت کے لئے گئے اور الٹے پاؤں بادل نخواستہ واپس ہوئے حضرت مولانا مدنیؒ سمجھ گئے فوراً" چند سگریٹ کی ڈبیاں ادھر ادھر سے اکٹھی کیں اور لوٹا لے کر پاخانہ میں گئے اور اچھے طرح صاف کردیا اور ہندو دوست سے فرمانے لگے

کہ جائیے پاخانہ تو بالکل صاف ہے نوجوان نے کہا کہ مولانا میں نے دیکھا ہے پاخانہ بالکل بھرا ہوا ہے۔ قصہ مختصر کہ وہ اٹھا اور جاکر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا۔ بہت متاثر ہوا اور بھرپور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا۔ "یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے بالا تر ہے"۔

راقم الحروف کو یہ بات بھی پہنچی ہے کہ اسی واقعہ کو دیکھنے پر یا اس طرح کے کسی دوسرے واقعہ پر اسی ڈبے میں خواجہ نظام الدین تونسوی نے اسی ڈبہ میں ایک ساتھی سے پوچھا کہ یہ کھدر پوش کون ہے؟ تو جواب کہ یہ حسین احمد مدنیؒ ہیں تو خواجہ صاحب مرحوم بے اختیار ہو کر حضرت مدنیؒ کے پاؤں سے لپٹ گئے اور رونے لگے حضرت نے جلد پاؤں چھڑائے اور پوچھا کیا بات ہے؟ تو خواجہ صاحب نے کہا! کہ سیاسی اختلافات کی وجہ میں نے آپ کے خلاف فتوے دیئے اور برا بھلا کہا۔ اگر آج آپ کے اس اعلیٰ کردار کو دیکھ کر تائب نہ ہوتا۔ تو شاید سیدھا جہنم جاتا۔ حضرت نے فرمایا .... میرے بھائی میں نے تو حضور ﷺ کی سنت پر عمل کیا ہے اور وہ سنت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ہاں ایک یہودی مہمان نے بستر پر پاخانہ کردیا۔ صبح جلدی اٹھ کر چلا گیا۔ جب اپنی بھولی ہوئی تلوار لینے واپس آیا تو دیکھا کہ حضور ﷺ بہ نفس نفیس اپنے دست مبارک سے بستر کو دھو رہے ہیں' یہ دیکھ کر وہ مسلمان ہوگیا۔

میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں

مولانا احمد علی لاہوریؒ کے صاحبزادے مولانا حبیب اللہ دورہ حدیث میں شریک تھے کسی گستاخ نے ایک رقعہ بھیجا۔ جس کا جواب حضرت نے دوسری نشست میں نہایت نرمی اور شائستگی سے دیا اور فرمایا کہ کسی دوست نے مجھ کو یہ رقعہ لکھا ہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے تمام مجلس میں ہیجان برپا ہوگیا ہے اور ہر طالب علم غیظ و غضب میں بھر گیا آپ نے فرمایا کہ خبردار! اسی کو غصہ کرنے کی ضرورت نہیں میرا حق ہے کہ میں اس کی تسلی کروں فرمایا: کہ میں ضلع فیض آباد قصبہ ٹانڈہ محلہ الہداد پور کا رہنے والا ہوں۔ اس وقت بھی میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں خط بھیج کر یا جاکر سمجھ لیا جائے۔ العظمۃ للہ بردباری کی انتہا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو بچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے کہ غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے اور نفس کو مغلوب کردے (او کما قال علیہ السلام)

حضرت میں نے کیا غلطی کی ہے : امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری سے روایت ہے کہ یو پی میں ایک جگہ میری تقریر تھی۔ رات کو تین بجے تقریر سے فارغ ہو کر لیٹ گیا۔ بین الیقظہ والنوم۔ مجھ کو محسوس ہوا کہ کوئی میرے پاؤں دبا رہا ہے میں نے کہا کہ لوگ اس طرح دباتے رہتے ہیں کوئی مخلص ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مٹھی عجیب قسم کی ہے باوجود راحت کے نیند رخصت ہوتی جارہی تھی۔ سر اٹھایا دیکھا کہ حضرت شیخ مدنیؒ ہیں فوراً" پھڑک چارپائی سے اتر پڑا اور ندامت سے عرض کیا۔ حضرت کیا ہم نے اپنے لئے جہنم جانے کا خود سامان پہلے سے کم کر رکھا ہے کہ آپ بھی ہم کو دھکا دے کر جہنم بھیج رہے ہیں۔ شیخ جوابا" فرمانے لگے۔ کہ آپ نے دیر تک تقریر کی تھی۔ آرام کی ضرورت تھی اور آپ کی عادت بھی تھی اور مجھ کو سعادت کی ضرورت۔ ساتھ ہی نماز کا وقت قریب تھا میں نے خیال کیا کہ آپ کی نماز نہ چلی جائے تو بتایئے حضرت میں نے کیا غلطی کی ہے۔ سچ فرمایا گیا ہے۔

فروتنی است دلیل رسید گان کمال
کہ چوں سوار بہ منزل رسد پیادہ شود

عہد کرو کہ آئندہ حسین احمدؒ کا جوتا نہ اٹھاؤ گے : مولانا عبداللہ فاروقیؒ حضرت رائے پوریؒ سے بیعت تھے لاہور دہلی مسلم ہوٹل میں برسہا برس خطیب رہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور مولانا کے ہاں قیام کیا۔ ایک روز جب مولانا کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے گیا تو میں نے مولانا کا جوتا اٹھالیا۔ مولانا اس وقت تو خاموش رہے دوسرے وقت جب ہم نماز پڑھنے کے لئے گئے تو مولانا نے میرا جوتا اٹھا کر سر پر رکھ لیا میں پیچھے بھاگا۔ مولانا نے تیز تیز چلنا شروع کردیا میں نے کوشش کی جوتا لے لوں نہیں لینے دیا۔ میں نے کہا خدا کے لئے سر پر تو نہ رکھئے فرمایا کہ "عہد کرو کہ آئندہ حسین احمد کا جوتا نہ اٹھاؤ گے" میں نے عہد کرلیا تب جوتا سر پر سے اتار کر نیچے رکھ لیا۔

جگہ جگہ صلیب نما نشان ہے مولانا خدا بخش صاحب ملتان والے کا بیان ہے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ ملتان تشریف لائے۔ میں نے دعوت کی گھر والوں نے گدا بچھا کر اوپر دوتی بچھادی دوتی چوخانی تھی مگر اس طرح کی جمع +کی شکل اس کے خانوں میں بن جاتی تھی حضرت کی نظر پڑی تو گدے پر بیٹھنے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ اس میں جگہ جگہ صلیب نما نشان ہیں میں اس پر نہیں بیٹھوں گا۔

اس کا سوت انگریزی مشین کا کتا ہوا ہے :

مولانا خدا بخش ہی روای ہیں کہ حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے میں نے کھدر لے کر کہروڑ پکا ضلع ملتان سے بہت عمدہ چھپوایا اور حضرت کو پیش فرمانے کے لئے دونوں ہاتھوں پر رکھا دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا حضرت رومال پیش خدمت ہے۔ فرمایا کہ اس کا "سوت انگریزی مشین کا کتا ہوا ہے" میں ایسی چیزیں استعمال نہیں کرتا۔ میں ایسا کھدر استعمال کرتا ہوں جس کے دونوں سوت ہاتھ سے کتے ہوئے ہوں حضرت کی اس تصریح کے بعد دیسی کا مفہوم متعین ہوا۔

وہ کھدر نہیں تھا : میاں چنوں ضلع ملتان میں

مولانا ہدایت اللہ کا سالانہ تبلیغی جلسہ تھا حضرت تشریف لائے۔ رات کو تقریر کرنے کے لئے اسٹیج پر آئے اور بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے کچھ غنودگی آگئی پان کی پیک ہاتھ پر پڑ گئی حضرت فورا" چونک گئے پیک صاف کرنا چاہی خدام نے مختلف رومال پیش کئے مگر اتفاق سے جس کے پاس جو کچھ کپڑا تھا۔ وہ کھدر نہیں تھا۔ حضرتؒ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور اس وقت اتفاق سے حضرتؒ کے پاس اپنا رومال نہیں تھا۔ اپنی جیب سے کھدری کی جراب نکال اور اس کے کنارے سے پیک صاف کی۔ یہ صداقت اور قول و عمل میں مطابقت کہ کھدر کے استعمال کا عہد ہے تو ہر موقعہ پر کھدر ہی استعمال کیا۔

دیوبند سے ملتان کا کرایہ تھرڈ کا ملتان کانگریس کے جلسہ پر ۱۹۴۱ء میں تشریف لائے اور واپسی پر اپنا ٹکٹ خود خریدلیا۔ اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ مولانا خدا بخش صاحب فرماتے ہیں میں نے اپنا ٹکٹ خریدا اور ساتھ بیٹھ گیا تو میں نے ایک معقول رقم جو منتظمین جلسہ نے پیش خدمت کرنے کے لئے دی تھی۔ پیش کی تو چونک کر فرمایا یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ منتظمین نے یہ مصارف سفر دیئے ہیں فرمایا کہ میری اجازت کے بغیر لئے کیوں؟ جب میں نے کافی معذرت کی اور اصرار کیا تو فرمایا کہ میں دیوبند سے چلا ہوں۔ وہاں سے یہاں تک کا تھرڈ کا کرایہ آمدورفت لے لوں۔ باقی واپس کردو۔ اس کے بعد مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اب تم جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ دوستوں نے اصرار کیا ہے کہ میں ساتھ جاؤں اس پر اور زیادہ بگڑے اور فرمایا ٹکٹ واپس کردو دام ان کے ادا کردو میرے ساتھ کسی کے جانے کی ضرورت نہیں مجھے تعمیل ارشاد کرنا پڑی اور حضرتؒ اللہ کی حفاظت میں اس پر آشوب دور میں تنہا واپس ہوئے۔

اللہ محافظ ہے حضرت سیالدہ ایکسپریس سے مراد آباد اترے۔ اسی وقت پسنجر گاڑی پر سہارنپور کا قصد تھا ایکسپریس سے ڈبے کٹ کر پسنجر کو لگ جاتے تھے۔ نماز عصر کا وقت آگیا تھا۔ پلیٹ فارم پر جماعت ہونے لگی تو ایک خادم جو ڈبے میں تھا۔ حضرت نے اس کو بھی بلوایا۔ ساتھیوں نے عرض کیا کہ سامان کی حفاظت کون کرے گا۔ فرمایا کہ " اللہ محافظ ہے۔"

اپنے ذبح کرنے کے لئے اپنا ہتھیار تمہیں دوں ۳۲ء میں جمعیت علماء ہند کی طرف سے آپ ڈکٹیٹر بنائے گئے۔ ہر ایک ڈکٹیٹر کو دہلی جاکر سول نافرمانی کرنا اور گرفتار ہونا تھا۔ آپ کی طبیعت سخت علیل تھی ٹانگوں میں زخم تھا۔ چلنا پھرنا دشوار تھا۔ مولانا انور شاہ محدث کشمیریؒ کو مقصد روانگی کا علم ہوا۔ تو کہلا کر بھیجا کہ اس حالت میں سفر نہ کریں تاریخ بدل دیجئے۔ حضرتؒ نے گوارا نہ کیا اسی حالت میں روانہ ہوگئے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے وارنٹ گرفتاری جاری ہوچکا تھا۔ دیوبند اسٹیشن پر کثرت ہجوم کی وجہ سے پولیس کو جرات نہ ہوئی۔ دیوبند سے اگلے اسٹیشن پر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے وہ نوٹس پیش کیا۔ آپ نے کہا کہ میں انگریزی نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ قلم دیجئے تاکہ اردو میں ترجمہ کردوں۔ حضرت نے فرمایا " اپنے ذبح کرنے کے لئے اپنا ہتھیار تمہیں دے دوں" وہ خاموش ہوگیا اور گاڑی چل پڑی۔ مظفر نگر اسٹیشن پر ترجمہ کرکے لایا۔ اس میں لکھا تھا کہ حاکم سہارنپور کی طرف سے آپ کو نوٹس دیا جاتا ہے کہ آپ آگے نہ جائیں ورنہ اپنے آپ کو گرفتار سمجھیں فرمایا کہ اب میں سہارنپور کی حدود سے آگے ہوں یہ نوٹس قابل تعمیل نہیں۔ افسران یہ جواب سن کر حیران ہوئے۔ بعد میں مجسٹریٹ جو ساتھ تھا کہا کہ آپ کو اپنے خصوصی اختیارات کی بناء پر نوٹس دوں گا چنانچہ اس نے اسی اسٹیشن پر دوسرا تحریری نوٹس پیش کیا۔ اور گرفتاری عمل میں آئی۔ حضرت کی حالت یہ تھی کہ گاڑی سے اتر کر دو قدم بھی چلنا دشوار تھا۔ اسی جگہ تھوڑی دیر کے لئے کرسی بچھادی گئی اور اس پر حضرت بیٹھ گئے اس تمام تکلیف کے باوجود فریضہ جہاد آزادی کو چھوڑنا یا ملتوی کرنا گوارا نہ کیا۔

خداوند تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا خشیت اللہ کی یہ کیفیت تھی کہ بسا اوقات نماز میں جب آیات عذاب کی قراۃ فرماتے تھے تو بے اختیار رونے لگتے تھے۔ وفات سے ایک روز قبل مولانا سید فخرالدین کو بلایا اور فرمایا کہ چند روز سے نماز بیٹھ کر تیمم سے پڑھ رہا ہوں۔ بڑی کوتاہی ہورہی ہے " خداوند تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا" یہ فرماکر بلند آواز سے رونا شروع کردیا۔ اور اس قدر روئے کہ اس سے پیشتر کبھی اتنا روتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

مراد ما نصیحت بود و گفتیم آپ ایک دفعہ بریلی تشریف لائے کہ جلسہ سے خطاب کریں موتی پارک میں بعد نماز مغرب تقریر تھی۔ پنڈال بھرچکا تھا صرف حضرت کا انتظار تھا مولانا تشریف لائے معززین شہر ساتھ تھے پارک سے باہر معاندین کا زبردست ہجوم تھا۔ جو اپنے مخالفانہ فلک شگاف نعرے لگارہا تھا۔ اور حضرت کو روکنا چاہا مگر حضرت برابر بڑھتے رہے۔ اور جلسہ گاہ میں بعد تلاوت قرآن کریم وقال الذین کفروا لاتسمعوا لھذالقرآن الخ پڑھ کر تقریر شروع کی مخالفین کنستر اور تارکول کے خالی ڈرم پوری قوت سے بجانے لگے اور کیلوں کے ڈھیل پھینکنے شروع کئے۔ تقریر پھر بھی جاری رہی۔ حضرت نے مجمع کو کوئی دفاعی کارروائی کرنے سے قطعا" روک دیا۔ بالآخر پتھر برسنے لگے اور لوگ منتشر ہونے لگے۔ پتھروں کی کوئی کمی نہ تھی کہ سڑک بن رہی تھی۔ ضلع کا افسر اعلیٰ مسلم لیگی تھا۔ لہٰذا پولیس بجائے اس کے کہ ان کو منتشر کرتی ان کی حوصلہ افزائی کرتی رہی۔ جانبازوں نے چاہا کہ حضرت کے گرد ہوکر سایہ کرلیں مگر واہ رے صبر و استقامات کے

باقی صفحہ ۱۸

بابو قریشی سہام

فتح خیبر

خیبر عبرانی زبان میں قلعہ کو کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے شمال مشرق میں تقریباً ۲۰۰ کلو میٹر کے فاصلہ پر خیبر کا سرسبز و شاداب علاقہ واقع ہے۔ مورخین کا خیال ہے کہ ۱۴۰۰ قبل مسیح میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد یہودیوں کے جدامجد خیبر بن قابیہ بن مبلائل یہاں آکر آباد ہوئے اسی وجہ سے اس بستی کا نام خیبر پڑ گیا۔ یہاں آکر آباد ہوجانے والے اور دوسرے علاقوں کے یہودیوں میں نمایاں فرق یہ تھا کہ اہل خیبر امن پسند تھے اور دوسرے قبیلوں کے معاملات میں ٹانگ اڑانا پسند نہ کرتے تھے۔ اس زمانے کے دو عرب قبیلے اوس اور خزرج اکثر آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے اور یثرب کے یہودی بھی ان کی لڑائیوں میں پوری طرح سے ملوث ہوا کرتے تھے۔ یعنی کبھی ایک قبیلہ کی حمایت کرکے دوسرے سے لڑادیتے اور کبھی کبھار خود ان لڑائیوں میں بھرپور حصہ لیتے تھے۔ خیبر کے یہودیوں نے کبھی بھی اوس اور خزرج کے لڑائی جھگڑوں میں حصہ نہیں لیا تھا اور ہمیشہ غیرجانبدار رہتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لائے تو ۴ ہجری تک خیبر کے یہودیوں نے نہ تو کسی کام میں مداخلت کی اور نہ ہی اپنے لئے مسلمانوں سے کبھی خطرہ محسوس کیا۔ خیبر کو یہودیوں کا مرکز ہونے کی حیثیت بھی حاصل تھی اور مستحکم قلعے بناکر انہوں نے اپنی پوزیشن اور بھی مضبوط بنا رکھی تھی۔ خیبر کی بستی کے چاروں طرف نخلستان تھے اور کاشتکاری ان کا پیشہ تھا۔ وہ نہ صرف خوراک اور دوسرے تمام معاملات میں خود کفیل تھے بلکہ دفاعی لحاظ سے بھی بے حد مستحکم پوزیشن رکھتے تھے۔ وادی کے دونوں جانب چھوٹے بڑے قلعے اس طرح تعمیر کئے گئے تھے کہ ایک دفاعی مرکز بن گیا تھا۔ ان کا طرز تعمیر اس طرح پر تھا کہ جنگ کے دنوں میں بخوبی ایک دوسرے کو کمک پہنچاسکتے تھے۔ وادی خیبر میں تعمیر شدہ چھوٹے بڑے قلعوں کی تعداد چودہ بتائی گئی ہے۔ ان میں سے قلعہ قموص، سالم، طاۃ، قصارۃ وغیرہ بہت اہمیت کے حامل تھے۔ اور ان سب میں زیادہ مضبوط قلعہ قموص تھا جس کو مسخر کرنا انتہائی دشوار تھا۔ بنونضیر کے مدینہ منورہ سے اخراج سے پہلے تک خیبر کے یہودی امن و سکون کی زندگی گزار رہے تھے ان کی پوری توجہ اپنی ترقی اور خوشحالی پر مرکوز تھی ۴ھ میں ان کے ہم مذہبوں کو جب یثرب (مدینہ) سے نکالا گیا تو انہوں نے خیبر کے قرب و جوار میں پناہ لی اور وہاں آباد ہوگئے ان کی نئی آبادیوں میں وادی فدک، القریٰ اور تیما قابل ذکر ہیں۔ یثرب سے آنے والے یہودیوں کو اپنے نکالے جانے کا بے حد غصہ تھا اور وہ مسلمانوں سے بدلہ لینا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے خیبر کے پرامن ہم مذہبوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا شروع کردیا اور خیبر کو سازشوں کا مرکز بنادیا۔ سالہا سال سے کھیتی باڑی کرکے گزر اوقات کرنے والے یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار کرنے میں بنونضیر نے گھناونا کردار ادا کیا اور ان کی پوری توجہ مسلمان دشمنی کی طرف مبذول کرانے میں کامیاب ہوگئے۔

اسیر بن رزام نے سردار منتخب ہونے کے بعد یہودی قبائل کو جمع کرکے مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکایا اور قبیلہ غطفان کا طوفانی دورہ کرکے ۲۵ ہزار کی فوج مدینہ پر حملہ کے لئے جمع کرلی۔ اور قلعوں سے باہر نکل کر ان کی باقاعدہ فوجی تربیت شروع کرادی۔ جب حضور ﷺ کو یہود کے متوقع حملے کی خبریں ملیں تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو تحقیق اور تصدیق کے لئے خیبر روانہ فرمایا۔ جب انہوں نے واپس آکر تصدیق کی تو حضور ﷺ نے متوقع حملہ سے پہلے ہی اس کو روک دینے کے لئے مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم فرمایا۔ صلح حدیبیہ کے بعد آپ قریش کی طرف سے تو مطمئن ہوگئے تھے مگر یہودیوں کی سازشوں سے بے خبر نہ تھے۔ تقریباً ۲۰ دن مدینہ میں معاہدہ حدیبیہ کے بعد گزرے تھے کہ ان مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم ملا جو معاہدہ حدیبیہ میں شریک تھے۔ مجاہدین کی روانگی کی خبر عبداللہ بن ابی بن سلال نے یہود خیبر کو بھیجی۔ انہوں نے قبیلہ بنو غطفان کو عقب سے مسلمانوں پر حملہ کرنے پر راضی کیا اور فتح کی صورت میں زرعی پیداوار کا نصف ان کو دینے کا معاہدہ کرلیا۔ ۷ھ میں ۱۴۰۰ پیدل اور دو سو سواروں کے ساتھ حضور ﷺ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں رجیع کے مقام پر اس لئے قیام فرمایا کیونکہ یہ بنو غطفان اور یہودیوں کے علاقوں کا درمیانی راستہ تھا۔ دونوں دشمن جو اس جگہ جمع ہونے والے تھے مسلمانوں کے یہاں پڑاؤ ڈالنے کی وجہ سے اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ مسلمان وادی حوصہ سے خیبر کی بستی میں داخل ہوئے۔ نماز فجر اول وقت یعنی اندھیرے میں ادا کی گئی۔ رئیس خیبر سلام بن مشکم کو مجاہدین کے اچانک حملہ کی خبر ملی تو اس نے

عورتوں اور بچوں کو قلعہ کتیبہ میں فوجیوں کو قلعہ نطات اور قلعہ قموص میں اور خوراک اور رسد کو قلعہ ناعم میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور قلعوں کے اندر سے مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ جس سے کچھ مسلمان زخمی ہو گئے۔ حضرت حباب بن منذر کے مشورے سے حضور ﷺ نے وہ جگہ بدلنے کا حکم فرمایا۔ ادھر مقام رجیع پر مسلمانوں کا پڑاؤ دیکھ کر بنو غطفان کو خود اپنے قبیلہ کی سلامتی خطرے میں نظر آئی چنانچہ ۴۰۰۰ کی فوج کو واپس لے گئے اور یہودیوں کو اکیلا چھوڑ دیا۔

سب سے پہلے مجاہدین نے قلعہ ناعم کو فتح کیا جو دفاعی نقطہ نگاہ اور محل و قوع کے لحاظ سے یہودیوں کا مضبوط ترین قلعہ تھا۔ قلعہ صعب بن معاش حضرت حبابؓ بن منذر کی زیر کمان فتح ہوا۔ قلعہ ابی حضرت ابو دجانہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ قلعہ ابر کو فتح کرنے کے لئے قلعہ صعب بن معاش سے منجنیقیں لاکر قلعہ کی دیواروں کو توڑا گیا۔ قلعہ قلہ تسخیر کرنے کے لئے یہودی سپاہیوں کا چشموں سے پانی بند کیا گیا وہ مجبور ہو کر قلعہ سے باہر نکلے اور قلعہ فتح ہو گیا۔ خیبر کے قلعوں میں سب سے زیادہ مضبوط قلعہ قموص تھا۔ اس کا محاصرہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا مگر یہ قلعہ سرنہ ہوتا تھا۔ ایک رات آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل صبح پرچم اس شخص کو دے کر حملہ کے لئے بھیجوں گا جو اللہ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اس کو دوست رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ۲۰ روز سے سرنہ ہونے والا قلعہ فتح ہو گیا۔ اس کے بعد دو قلعے مزید دس دن کے محاصرے کے بعد فتح ہوئے اس طرح خیبر کی فتح پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔

یہودیوں نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ زمینیں انہی کی کاشت میں رہنے دی جائیں جس کی پیداوار کا نصف وہ خراج کے طور پر ادا کریں گے آپ نے منظور کر لیا۔ فتح خیبر کے نتائج یہ نکلے کہ یہود خیبر کی طرف سے خطرات ختم ہو گئے۔ تبلیغ کی شاہراہ کھل گئی۔ پہلے غزوات صرف دفاع مدینہ کے لئے تھے لیکن غزوہ خیبر سے یہ نیا علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل ہوا اور غیر مسلم، اسلامی حکومت کے رعایا بنائے گئے اور بعض فقہی احکام مسلمانوں کے لئے جاری کئے گئے۔

○

مغربی ذہنیت اور مُسلمان

برژنی باردوت فرانس کی عالمی شہرت یافتہ سابق فلمی اداکارہ ہے جو پردہ سیمیں پر ایک عرصے تک اپنی ہیجان خیز قاتل اداؤں کے ذریعے حکومت کرتی رہی۔ خصوصاً جنس زدہ اذہان کے لئے اس کی فلمیں ذہنی عیاشی کا بھرپور سامان فراہم کرتی تھیں۔ اب جب کہ وہ عمر کے اس مرحلے میں ہے جس میں عمر کے ساتھ حسن کا نکھار بھی ماند پڑ جاتا ہے نیز فلمی شائقین بھی ایسی عمر رسیدہ حسینوں کو منہ لگایا نہیں کرتے۔ اس قبیل کے لوگ عموماً ڈیپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں شاید برژنی باردوت کا بھی ان دنوں یہی عالم ہے اور اسی ذہنی دباؤ کا نتیجہ ہے کہ جوانی میں اپنی عریانیت اور فحاشی کے ذریعے ہزاروں ذہنوں کو بگاڑنے والی اب حیوانات کے تحفظ کی دعویدار بن کر ابھری ہے۔ حیوانات کی محافظ اس اداکارہ نے گذشتہ عید الاضحی کے موقع پر جو امت کے تمام افراد کے لئے خوشی اور مسرت کا دن ہوتا ہے حیوانات کے تحفظ کے پردے میں مسلمانوں سے اپنی نفرت اور تعصب کا کھل کر اظہار کیا۔ پہلے تو اس نے عید الاضحی کے موقع پر مسلمانوں کی جانب سے جانور ذبح کرنے پر سخت تنقید کی اور حکومت فرانس کو ذبح کی اجازت دینے پر اس "گناہ عظیم" میں برابر کا شریک ٹھہرایا اور پھر اس تنقیدی جذبات میں اس نے فرانس میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد پر بھی اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ "گرجاؤں کی گھنٹیاں خاموش ہیں، وہاں کوئی پادری نہیں مگر یہاں مسلمانوں کی مساجد میں ہر دن اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر یہی صورت حال رہی تو ایک دن مجھے اپنے ملک سے ہجرت کرنی پڑے گی۔

حیوانات کے تحفظ کی حمایت کون نہیں کرتا۔ ان نام نہاد تنظیموں سے ڈیڑھ ہزار سال قبل اسلام نے حیوانات کے تحفظ کی صدا دی تھی۔ ہم بھی مسلمان کی حیثیت سے اس کی تائید کرتے ہیں مگر حیوانات کی فکر میں ملک چھوڑنے کی باتیں کرنے والی اس اداکارہ سے کسی نے یہ بھی سنا ہے کہ اس نے انسانوں کے تحفظ کی بھی کبھی فکر کی ہے۔ کیا اس نے عید الاضحی کے موقع پر لبنان میں اسرائیلی بمباری کے نتیجے میں ان ہزاروں معصوم بچوں، عورتوں اور جوانوں کی خون میں آلودہ تصاویر نہیں دیکھیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس کی زبان پر حرف شکایت بھی نہیں آیا۔

گذشتہ چار سالہ عرصہ میں فرانس کے پڑوسی بوسنیا کے مسلمانوں کو بے دردی سے ذبح کرنے کے ہزاروں واقعات اس اداکارہ کی تحریک کے دائرے سے کیوں خارج ہیں۔ انسانیت کو ذبح ہوتے دیکھنا ان کو گوارہ ہے مگر جانوروں پر ظلم ہوتا یہ نہیں دیکھ سکتے۔ ہماری نظر میں اس اداکارہ کی یہ ہرزہ سرائی محض یورپ میں آباد مسلمانوں کے خلاف ایک نسلی تعصب کا اظہار ہے۔ اس موقع پر جہاں انسانی حقوق کی دعویدار جماعتوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس تنقید کا سختی سے نوٹس لے وہیں یورپ میں آباد ان مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے جو ان ملکوں کی تہذیب و تمدن کو اپنا کر یورپین یا انگریز بننے کی کوشش میں ہیں۔ ہم ان کی اندھی تقلید کرکے اپنا دین و ایمان تو بگاڑ لیں گے مگر اپنے رنگ اور مذہب کی وجہ سے مغربی اقوام سے علیحدہ قوم ہی تصور کئے جائیں گے۔

○

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی ⑥ نئی مطبوعات

مکمل سیٹ منگوانے پر خصوصی رعایت

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء جلد سوم

۶۰۰ صفحات

تالیف: مولانا اللہ وسایا صاحب

- ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء آغاز تحریک سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء اختتام تحریک تک مکمل تحقیقی رپورٹ
- سانحہ ربوہ کی وجہ سے ملک گیر تحریک کی ہر شہر و قصبہ سے رپورٹیں
- اہم شخصیات کے انٹرویوز
- اخبارات و جرائد کی تمام خبریں، اداریے، رپورٹیں
- تاریخی اشتہارات، نظمیں
- کتاب کا مکمل اشاریہ

کمپیوٹر کتابت، عمدہ طباعت، سفید کاغذ چار رنگا سرورق مجلد قیمت ۲۰۰/-

قومی تاریخی دستاویز (اردو)

قومی اسمبلی میں قادیانی مقدمہ کی مکمل کارروائی

مرزا ناصر و صدر الدین۔ قادیانی و لاہوری دونوں گروپوں کے مرزائی سربراہوں پر ۱۹۷۴ء کی قومی اسمبلی میں ۱۳ دن جرح ہوئی جس کی مکمل تفصیل (سوالاً وجواباً) اس میں شامل ہے اس تحریر کو پڑھنے سے آپ کو محسوس ہوگا کہ براہ راست قومی اسمبلی کی کارروائی دیکھ رہے ہیں۔

کمپیوٹر کتابت، عمدہ طباعت، سفید کاغذ، مجلد چار رنگا ٹائٹل لیمینیشن۔ صفحات ۳۰۰ سے زائد قیمت ۱۵۰/- روپے

قادیانی عقائد کا انسائیکلوپیڈیا

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ

جدید ایڈیشن

از: پروفیسر محمد الیاس برنی۔ ایم اے، ایل ایل بی

کمپیوٹر کتابت پہلی بار۔ نئے حوالہ جات۔ اغلاط سے مبرا، سفید کاغذ بہترین طباعت۔ مضبوط و عمدہ جلد۔ چار رنگا ٹائٹل۔ ایک تاریخی علمی دستاویز جس میں قادیانی تحریک کے عقائد و عزائم، مکمل تاریخ، قادیانیوں مذہبی سیاسی قلابازیوں کی مکمل تفصیلات جس نے قادیانی تحریک کے چہرے سے پردہ چاک کر دیا۔ صفحات ۱۱۹۴

قیمت ۳۰۰/- روپے

مرزا قادیانی کی مستند سوانح حیات

رئیسِ قادیان

مولانا ابو القاسم رفیق دلاوری کے قلم سے

پہلی بار کمپیوٹر کتابت سے آراستہ و پیراستہ۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان اور مرزا جی کی پیدائش سے وفات تک اچھوتی و عمدہ تاریخی حقائق پر مشتمل مکمل سوانح۔ مرزا جی کے قول و عمل سے مزین علمی و تاریخی دستاویز۔ عمدہ کاغذ بہترین طباعت مضبوط جلد۔ چار رنگا ٹائٹل۔ صفحات ۶۷۶ قیمت ۱۵۰/- روپے

احتسابِ قادیانیت

از قلم: مناظرِ اسلام مولانا لال حسین اختر

حضرت مناظرِ اسلام کے رد قادیانیت پر تمام رسائل کا مجموعہ

جدید حوالہ جات کا اضافہ۔ نئی کمپیوٹر کتابت

بہترین کاغذ۔ عمدہ طباعت۔ مضبوط جلد۔ رنگین ٹائٹل۔

صفحات ۳۰۰ قیمت ۱۰۰/- روپے

تحفۂ قادیانیت (جلد دوم)

کاغذ و طباعت مثالی۔ بہترین کمپیوٹر کتابت

تالیف

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

یہ جلد حضرت مصنف مدظلہ کے ۹ مقالات کا مجموعہ ہے۔ تاریخی، مذہبی، سیاسی مباحث پر مشتمل عمدہ علمی دستاویز ہے۔ درج ذیل عنوانات پر مقالات ہیں:

- دار العلوم دیوبند اور مسئلہ ختم نبوت
- مسئلہ ختم نبوت اور مولانا نانوتویؒ
- معرکۂ قادیان و لاہور
- ظلی نبوت کا تار عنکبوت
- پیام اقبال اور فتنۂ قادیانیت
- مرزا طاہر کے جرمنی کے چیلنج کا جواب
- ربوہ سے تل ابیب تک
- ربوہ سے تل ابیب تک کے جواب کا جواب الجواب
- مرزا قادیانی کے وجوہ ارتداد (سپریم کورٹ جنوبی افریقہ میں تحریری بیان)

فتنۂ قادیانیت کو سمجھنے کے لئے بہترین کتاب۔

مضبوط جلد۔ چار رنگا ٹائٹل۔ صفحات ۴۰۰ سے زائد قیمت ۱۵۰/-

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

٭ مکمل سیٹ پر چالیس فیصد رعایت ٭ وی پی نہ ہوگی، پوری رقم کا پیشگی آنا ضروری ہے

REGD. NO. SS- 160

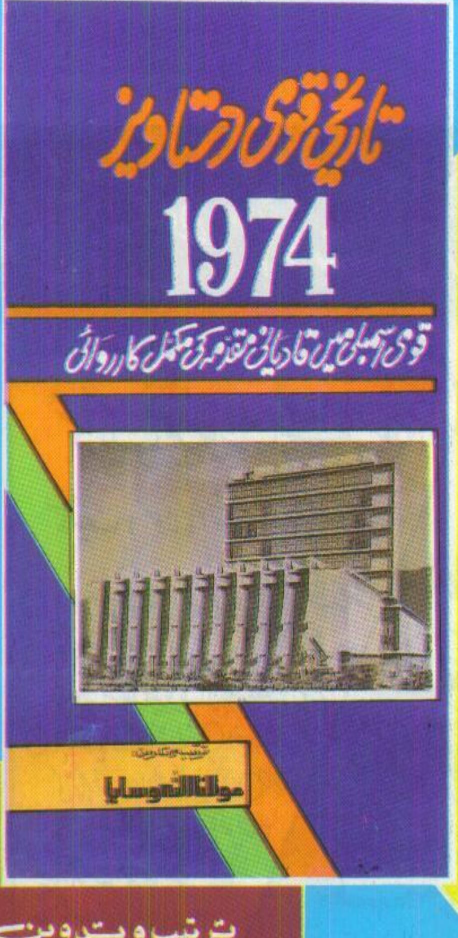

قومی تاریخی دستاویز ۱۹۷۴

قومی اسمبلی میں قادیانی مقدمہ کی مکمل کارروائی

ترتیب و تدوین:
شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا

- قومی اسمبلی کے تاریخی سیشن میں مرزا ناصر قادیانی اور صدرالدین لاہوری کے بیانات
- مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی جناب یحییٰ بختیار اٹارنی جنرل آف پاکستان کی وساطت سے تاریخی جرح
- مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا شاہ احمد نورانی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، مولانا عبدالحکیم پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا ظفر احمد انصاری، چوہدری ظہور الٰہی اور دیگر اراکین اسمبلی کے مدلل سوالات
- قائد ایوان ذوالفقار علی بھٹو، وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ اور دیگر اراکین اسمبلی کے بیانات

کتاب کا مطالعہ آپ کو اسمبلی کے خصوصی سیشن میں پہنچا دے گا

رعایتی قیمت مجلد ۱۰۰ روپے

صفحات ۳۸۴

عمدہ کاغذ و طباعت

ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ ملتان فون ۵۱۴۱۲۲
دفتر ختم نبوت پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ کراچی فون ۷۷۸۰۳۳۷